



پایاؤنٹ نیوز کارنر
پیشہ ورانہ شائع ہونے والا ہے

اشاعت کا ۶۶ واں سال

یادگار : شہید پاکستان حکیم محمد سعید

اکتوبر ۲۰۱۸ عیسوی

مصر المظفر ۱۴۴۰ ہجری

ماہنامہ ہمدرد نو نہال

جلد ۶۶

شمارہ ۱۰

رکن آل پاکستان نیوز ہیپر سوسائٹی

Hamdard

Nature's
Goodness



Rooh Afza

f Roohafzapk

36620949 - 36620945

36616004 - 36616001

(066 ۱ 052)

(92-021) 36611755

hfp@hamdardfoundation.org

www.hamdardfoundation.org

www.hamdard.com.pk

www.hakimsaid.info

www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

ٹیلی فون

ایمیل

ایمیل نمبر

ایمیل

ویب سائٹ

ویب سائٹ

ویب سائٹ

ویب سائٹ



سالانہ (رجسٹری سے)
۵۰۰ روپے

قیمت عام شمارہ
۳۵ روپے

سالانہ (غیر ماگ سے)
۵۰ - امریکی ڈالر

سالانہ (فخر سے دینے والے)
۳۴۰ روپے

سالانہ (ماگ سے)
۳۸۰ روپے

قرآنی آیات اور احادیث نبوی
کا احترام ہم سب پر فرض ہے۔

ہمدرد فاؤنڈیشن نے عظیم نو نہالان پاکستان کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا۔

ڈاک خانے کے لیے قاعدوں کی وجہ سے آئندہ ہمدرد نو نہال کی قیمت صرف
ویک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابل قبول ہوگی، VPP بھیجا لیکن نہیں ہے۔

دفتر ہمدرد نو نہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی ۷۴۶۰۰

ISSN 02 59-3734

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

۴	شاہد حکیم محمد سعید	جاگو جگاؤ
۵	سلیم فرخی	کلی بات
۶	حکیم خاں حکیم	نعت رسول مقبول
۷	نسرین شاہین	حضرت عمر فاروقؓ
۱۰	نغمہ گل چیں	روشن خیالات
۱۱	ضیاء الحسن ضیا	نفرت کا علاج (نظم)
۱۲	ضیا فراشی	دعا (نظم)
۱۳	حبیب اشرف صبوحی	دہشت گرد عورت
۱۵	امان اللہ نیر شوکت	لیاقت علی خاں (نظم)
۱۶	طلحہ صادق	شہید پاکستان
۳۵	خوش ذوق نونہال	بیت بازی
۳۷	سلیم فرخی	نام پوچھیے (۵)
۴۱	شاہد حکیم محمد سعید	شب بیداری
۴۳	حکیم محمد سعید اسکا لرشپ
۵۴	غلام حسین مبین	معلومات ہی معلومات
۵۷	رانا محمد شاہد	پولو کا کھیل

آگ اور پانی کا کھیل [۱۸]

پروفیسر مشتاق اعظمی
جب ایک فقیر ایک ایمان دار بادشاہ کا
امتحان لینے گیا تو اس نے کیا دیکھا؟

بڑا نقصان [۳۱]

نذیر اجالوی
جموٹ بول کر وقتی فائدہ اٹھانے
والے اس شخص کا کیا انجام ہوا؟

قدرت کا نظام [۳۵]

ذوالقرنین خان
جنگل کے بادشاہ شیر کو اس کے عہدے
سے ہٹا دیا گیا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟

۶۰	سلیم فرخی	معلومات افزا-۱-۲۷
۶۳	عشرت جہاں	خواب اور نصیحت
۶۹	ظفر شمیم	مچھلیوں کی دنیا
۷۲	ذہنی ورزش
۷۷	کتہ داں نونہال	علم در پیچے
۸۵	نغمہ مزاح نگار	ہنسی گھر
۸۸	صباح	کتاب دوست ہوئی
۹۰	نغمہ فن کار	نونہال مصور
۹۱	سلیم فرخی	نونہال خبر نامہ
۹۲	ادارہ	تصویر خانہ
۹۳	حنانت احمد چوہان	ہمت والا
۹۹	لکھنے والے نونہال	نونہال ادیب
۱۰۹	نونہال پڑھنے والے	آدمی ملاقات
۱۱۳	ذائقہ پسند نونہال	ہنڈ کلیا
۱۱۴	ادارہ	جوابات معلومات افزا-۱-۲۷
۱۱۶	ادارہ	انعامات بلا عنوان کہانی
۱۱۹	ادارہ	اشاعت سے معذرت
۱۲۰	ادارہ	نونہال لغت

قیمتی تحفہ [۷۳]

جدون ادیب
ایک بہت حساس بچے کی کہانی۔
اس نے اپنی ماں کو کیا تحفہ دیا تھا؟

خاص کام [۸۱]

غلام محی الدین ترک
بہن کے لیے ایک تحفے کی خاطر
دو بھائیوں کو کتنے دکھ جھیلنے پڑے؟

بلا عنوان انعامی کہانی [۲۱]

جاوید بسام
اس مزے دار کہانی کا عنوان
بتا کر ایک کتاب حاصل کیجیے



اگر تم باتیں دل چسپ اور مزے دار کرتے ہو تو لوگ تم سے خوش ہوں گے۔ اگر تم اچھے کپڑے پہنتے ہو تو لوگ تمہیں پسند کریں گے۔ اگر تمہاری آواز اچھی ہے، تمہاری صورت اچھی ہے تو یہ اللہ کا احسان ہے اور اس سے بھی تمہاری مقبولیت میں اضافہ ہوگا، لیکن اس سے بڑھ کر بھی ایک دولت ہے۔ یہ دولت اگر تمہارے پاس ہے تو کہنا چاہیے کہ دنیا کی تمام دولت تمہارے پاس ہے۔ یہ دولت ہے تمہاری اچھی سیرت، اچھے اخلاق اور اچھا کردار۔ عادتوں کے مجموعے کو کردار کہتے ہیں۔ عادتیں اچھی ہوں گی تو کردار بھی اچھا ہوگا۔ جھوٹ بولنے کی عادت ہوگی تو کردار بھی کم زور ہوگا۔ جھوٹے آدمی پر لوگ بھروسہ نہیں کرتے۔ وعدہ پورا نہ کرنے کی عادت بھی انسان کو ذلیل کر دیتی ہے۔ سچے آدمی کی ہر ایک قدر کرتا ہے۔ وعدے کی پابندی کرنے والے سے سب خوش ہوتے ہیں۔ ہمدردی، رحم، تعاون اور انصاف سے کردار میں بلندی پیدا ہوتی ہے۔ اس بلندی پر چڑھنے میں وقت تو لگتا ہے، لیکن جو چڑھ جائے، اس کے کیا کہنے۔ وہ ایسی دولت کا مالک ہو جاتا ہے، جو کوئی چھین نہیں سکتا۔

کردار ہی انسان کو عظیم بناتا ہے۔ اگر انسان چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھے اور معمولی فائدے کے لیے اپنی عادتوں کو خراب نہ کرے، تھوڑی سی تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچائے تو لوگ اس کی دل سے عزت کرتے ہیں، اس کو اچھے نام سے پکارتے ہیں، اس کو محبت سے یاد کرتے ہیں، جس سے انسان کو سچی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

(ہمدرد نوناہال اپریل ۱۹۸۷ء سے لیا گیا)

پہلی بات

سلیم فرخی

اس مہینے کا خیال مسعود احمد برکاتی

خوش رہنا چاہتے ہو تو دوسروں کو خوش رکھو، خوشی بھی اکیلے نہیں منائی جاتی

السلام علیکم! اکتوبر کا مہینا قائد نوناہال شہید پاکستان حکیم محمد سعید اور شہید ملت لیاقت علی خاں کی یاد دلاتا ہے۔ دونوں وطن پرستوں کو وطن دشمنوں نے شہید کر دیا۔ اس مہینے شہید پاکستان کی بیسویں برسی ہے۔ انھیں خراج عقیدت پیش کرنے کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ان کی اچھی باتوں کا ذکر کیا جائے۔ ان کی نیک سیرت کو سامنے رکھ کر ان جیسا بننے کی کوشش کی جائے۔ ہر مہینے وہ جاگو جگاؤ کے نام سے آپ کے کردار کو سنوارنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ قوم کے سچے ہمدرد اور نوناہالوں کے اچھے دوست تھے۔ وہ نوناہالوں کو ایسی باتوں سے آگاہ کرتے جو طویل تجربوں سے حاصل ہوتی ہیں اور جو نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے سے پتا چلتی ہیں۔ ان کی باتیں موتیوں میں تولنے کے قابل ہوتی تھیں۔ وہ اردو زبان کے بھی زبردست حامی تھے۔ اردو بڑی اعلا و ارفع زبان ہے۔ افسوس! ہم آزاد ہو کر بھی ذہنی طور پر غلام رہے۔ غلامی کی بدترین شکل ذہنی غلامی ہے۔ حکیم صاحب ہمیں اسی غلامی سے نکالنا چاہتے تھے۔ اردو کے تعلق سے کچھ واقعات یاد آ گئے۔ ایک معروف کالم نگار ایک بار سابق وزیر اعظم چودھری محمد علی کا انٹرویو کرنے لاہور میں ان کے گھر گئے۔ ان دنوں چودھری صاحب اپنے بیٹے کے ہاں مقیم تھے، جو ایک بڑے ادارے میں افسر تھے۔ بات چیت کے دوران انھوں نے بتایا کہ میرا بیٹا چوں کہ صرف انگریزی اخبار لیتا ہے، اس لیے میں اردو اخبار نہیں پڑھتا۔ کالم نگار کو بڑی حیرت ہوئی، کیوں کہ ان دنوں ایک سیاست داں کے لیے اردو اخبار پڑھنا لازمی تھا۔ یہ بات جب اخبار کے ایڈیٹر کو بتائی گئی تو انھوں نے چودھری صاحب کا انٹرویو روک دیا اور ان سے سخت احتجاج کیا۔ ہم سے زیادہ تو ان لوگوں نے اردو کو عزت بخشی جن کی مادری زبان اردو نہیں تھی۔ بھارتی وزیر اعظم ”ایل کے گجرال“ سے ایک صحافی نے پوچھا کہ آپ اردو میں لکھتے ہیں ہندی نہیں لکھتے۔

انھوں نے جواب دیا: ”لکھتا تو درکنار مجھے تو ہندی پڑھنے میں بڑی مشکل ہوتی ہے۔ میں تو اردو کا آدمی ہوں۔ اردو ہی میں اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہوں۔“

حال ہی میں وفات پانے والے بھارتی صحافی کلدھپ نیر سے کسی نے پوچھا: ”آپ اردو اور ہندی میں سے کس زبان کو بہتر سمجھتے ہیں؟“

کہنے لگے: ”میاں! ہم اردو فارسی پڑھے ہوئے لوگ ہیں، ہندی تو ہمیں مشکل ہی سے ہضم ہوتی ہے۔ میرے کئی مضامین ترجمہ ہو کر ہندی اخبارات میں چھپے ہیں، مگر انھیں دیکھنے تک کو میرا دل نہیں چاہتا۔“

صہبا اختر نے کیا خوب کہا:

اب کانہیں ہے یہ صدیوں کا ساتھ ہے

تقلیل ارض پاک میں اردو کا ہاتھ ہے

باتیں بہت سی ہیں، لیکن صفحہ ختم ہوا۔ اجازت دیجیے۔ اللہ تکہبان

نعتِ رسولِ مقبولؐ

حکیم خان حکیم

نامِ مقدس ، شانِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم

نورِ مجسم رہبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

کون و مکاں کی رفعت وہ، ارض و سما کی شوکت وہ

رشکِ بہاراں ، رشکِ ارم صلی اللہ علیہ وسلم

رہبرِ کامل جن و بشر، درود اُن پر، سلام اُن پر

روشنی اُن کی قدم قدم صلی اللہ علیہ وسلم

جبریل امیں کے ساتھ چلے عرش بریں تھا پاؤں تلے

قربان ملائک قدم قدم صلی اللہ علیہ وسلم

ارفع و اعلا ذاتِ محمدؐ، پڑھتا ہے رب نعتِ محمدؐ

سب نبیوں سے آپؐ مقدم صلی اللہ علیہ وسلم

سورج اور یہ چاند ستارے آپؐ کے قدموں میں ہیں سارے

نازِ مدینہ ، نازِ حرم صلی اللہ علیہ وسلم

لفظوں میں نہیں ہے میرے دم، کیسے اُٹھاؤں اپنا قلم

حاملِ قرآن ، لوح و قلم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عمر فاروقؓ

نسرین شاہین

دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت عدل و انصاف میں بے مثال

ہے۔ ان کا دور خلافت فتح و نصرت کا دور تھا۔ ان کا تعلق قریش کی شاخ ”بنی عدی“ سے

تھا۔ معززین قریش میں شمار ہوتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی ان کے سپرد سفارت کا

کام تھا۔ یعنی جب قبیلہ قریش کا کسی دوسرے قبیلے سے اختلاف ہوتا یا آپس میں جنگ

چھڑ جاتی تو قریش انھیں دوسرے قبیلوں کی طرف سفیر بنا کر بھیجتے تھے۔ قبول اسلام کے بعد

حضرت عمر فاروقؓ ہر غزوے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

حضرت عمر فاروقؓ مسلمانوں کے خلیفہ بنے تو راتوں کو مدینے کی گلیوں میں گشت

کر کے رعایا کی خبر گیری کیا کرتے تھے۔ وہ ایک بے مثال حاکم تھے، جو خود جاگ کر پہرا

دیا کرتے تھے اور رعایا میٹھی اور پرسکون نیند سویا کرتی تھی۔ وہ رات بھر مدینے کی گلیوں

اور کوچوں میں چکر لگاتے اور جہاں کسی کو مدد کی ضرورت ہوتی، تو مدد بھی کرتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے ایک غلام حضرت اسلمؓ کا بیان ہے، ایک دن میں امیر المومنین

حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ کہیں جا رہا تھا کہ مدینے کے قریب جنگل میں ایک جگہ آگ نظر آئی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے مجھ سے فرمایا: ”شاید یہ کوئی قافلہ ہے، جو رات ہونے کی

وجہ سے شہر میں داخل نہیں ہوا اور باہر جنگل ہی میں ٹھہر گیا ہے۔ چلو، ان کی خیریت معلوم

کریں۔ اگر انھیں کوئی حاجت ہو تو اسے پورا کریں اور رات بھر کے لیے ان کی حفاظت کا

انتظام بھی کریں۔“

جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں کوئی قافلہ نہیں ہے، بلکہ ایک عورت ہے، جس کے ساتھ چند بچے ہیں۔ وہ بچے رو رہے ہیں۔ اس عورت نے ایک پتیلی چولھے پر چڑھا رکھی ہے، جس پر شاید کچھ پک رہا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اس عورت سے بچوں کے رونے کا سبب پوچھا، تو عورت نے جواب دیا: ”یہ بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔“

حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا: ”اس پتیلی میں کیا پک رہا ہے؟“ عورت نے جواب دیا: ”میرے پاس کھانا پکانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ بچوں کو تسلی دینے کے لیے اس پتیلی میں پانی بھر کر چولھے پر رکھ دیا، تاکہ انھیں تسلی ہو جائے کہ کھانا پک رہا ہے۔ میں چاہ رہی ہوں کہ کسی طرح یہ سو جائیں۔“

پھر اس عورت نے کہا: ”عمرؓ کا اور میرا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہوگا۔ وہ ہمارا خلیفہ ہے، لیکن میری تنگی کی خبر نہیں لیتا۔“

حضرت عمر فاروقؓ نے جب یہ سنا تو رونے لگے اور اس عورت سے کہا: ”اے عورت! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے۔ بھلا عمر کو تیرے حال کی کیا خبر؟“

عورت نے کہا: ”وہ ہمارا کیسا امیر ہے کہ اسے ہمارے حال کی خبر نہیں؟ اس پر افسوس ہے۔“

اسلمؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ روتے ہوئے واپس پلٹے۔ مجھے ساتھ لے کر سیدھے بیت المال پہنچے۔ وہاں کچھ آٹا، کھجوریں، تیل، کپڑے اور کچھ درہم ایک بوری کے اندر بھر کر مجھ سے فرمایا: ”اسے میری پیٹھ پر رکھ دو۔“

میں نے عرض کیا: ”حضور! اس کام کے لیے تو یہ غلام حاضر ہے۔“ انھوں نے فرمایا: ”کیا تو روزِ قیامت بھی میرا بوجھ اٹھائے گا؟ اس بوری کو میں ہی اٹھاؤں گا، کیوں کہ قیامت میں مجھ سے ہی اس کے بارے میں سوال ہوگا۔“

میں نے وہ بوری حضرت عمر فاروقؓ کی پیٹھ پر رکھ دی۔ وہ نہایت تیزی کے ساتھ اس عورت کے پاس پہنچے اور پتیلی میں آٹا، تیل اور کھجوریں ڈال کر اسے ہلانا شروع کیا۔ اس کے ساتھ چولھے میں پھونکیں بھی مارتے رہے۔ تھوری ہی دیر میں ایک ہریہ سا تیار ہو گیا۔ آپؓ نے اپنے ہاتھوں سے نکال کر ان بچوں کو کھلایا۔ جب وہ سب پیٹ بھر کر کھا چکے تو خوش ہو کر کھیل کود میں لگ گئے۔ باقی کھانا حضرت عمر فاروقؓ نے اس عورت کے حوالے کر دیا۔

وہ عورت بڑی خوش ہوئی اور کہنے لگی: ”اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ حضرت عمرؓ کے بجائے تم اس بات کے مستحق ہو کہ خلیفہ بنائے جاؤ۔“

حضرت عمر فاروقؓ نے اس عورت سے کہا: ”صبح عمرؓ کے دربار میں جانا۔ میں بھی تمہیں وہیں ملوں گا اور آج کے بعد سے ہمیشہ کے لیے تمہارے بچوں کا وظیفہ بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔“

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں فتوحات میں وسعت ہوئی اور اسلام مشرق سے مغرب تک پھیل گیا۔ انھوں نے بہت اسے انتظامی ادارے قائم کیے۔ جن میں فوج، پولیس، جیل، بیت المال، نئے شہر، نہری نظام، مردم شماری، سن بھری کا آغاز اور دیگر شعبے شامل ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے دس سال چند ماہ حکومت کی۔ ☆

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں



حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اچھی اور شفی بات بھی صدقہ ہے۔
مرسلہ : مہک اکرم، لیاقت آباد

حضرت ابو بکر صدیقؓ

اپنے ظاہر و باطن کو یکساں رکھو۔
مرسلہ : سیدہ اریبہ بنتول، لیاری ٹاؤن

حضرت عمر فاروقؓ

عمدہ اخلاق کی تعلیم باتوں سے نہیں، بلکہ عمل سے دی جاتی ہے۔

مرسلہ : ماریہ رشید احمد، حیدر آباد

حضرت فاطمہ الزہراءؓ

قناعت وہ بہترین سرمایہ ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔
مرسلہ : محمد عربین عبدالرشید، کراچی

شیخ سعدیؒ

خوش نصیب وہ شخص ہے، جو اپنے نصیب پر خوش

رہے۔

مرسلہ : شاکر اللہ، کیمائی، کراچی

حافظ شیرازیؒ

جو مزہ کسی کو کچھ دینے میں ہے، وہ لینے میں نہیں ہے۔ مرسلہ : امید ریان طارق، نارنجہ کراچی

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

جب تک کسی کا تکبر باقی ہے، تو وہ خود کو اہل علم میں شمار نہ کرے۔ مرسلہ : آمنہ کریم، لاہور

شہید حکیم محمد سعیدؒ

فکر و جذبات جب عمل کی صورت میں ڈھلتے ہیں تو مقصد حیات ہو جاتے ہیں۔

مرسلہ : اویقہ عبدالجبار، کراچی

مدرثریہ

معاشرے میں خرابی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے بزرگوں پر توجہ نہیں دیتے۔

مرسلہ : عبدالسلام، ملتان

کنفیوشسؒ

بڑا بننے کے لیے پہلے چھوٹا بنو۔

مرسلہ : روبینہ ناز، رتن تلاؤ

نفرت کا علاج

ضیاء الحسن ضیا

جو انعام تم چاہو اللہ سے اپنے

محبت کرو ساری مخلوق رب سے

محبت کے تم پھول ہر سو کھلاؤ

زمانے سے مل جل کے نفرت مٹاؤ

محبت ملاتی ہے پچھڑے ہوؤں کو

محبت کے سارے اشاروں کو سمجھو

کبھی سخت باتوں سے دل مت دکھاؤ

کہ بھرتے نہیں سخت باتوں کے گھاؤ

محبت کے دم سے جہاں میں اُجالا

محبت کا ہے ہر طرف بول بالا

وہی گفتگو ہے بھلی اور اچھی

ضیا جو کہ ہو نرم اور صاف ستھری

دعا

ضیاء فراشوی

اپنے کرم سے یا رب! وہ کچھ مجھے عطا کر

حاجت نہ مانگنے کی رہے کوئی زندگی بھر

وابستہ تیری ذات سے ہو جاؤں اس طرح

میں اپنے آپ سے بھی ہو جاؤں بے خبر

تو جانتا ہے میرے گناہوں کو یا کریم!

لوگوں کے سامنے انھیں کرنا نہ مشہر

منگتا بنا دے مولا! بس اپنے آستاں کا

بھٹکوں نہ لے کے کاسہ گدائی کا در بدر

دکھیوں کے غم کا کوئی مداوا جو کر سکے

تو اپنی بارگاہ سے عطا ایسا کر ہنر

اصلاح ذات جس کا ہو مقصود و منتہا

مجھ کو عطا الہی کردے وہی نظر

چوٹ پہ تیری سر کو جھکائے ہوئے ضیا

ہر آن تیری بخشش کا رہتا ہے منتظر

دہشت گرد عورت

حبیب اشرف صبوحی

بہت سال پہلے کی بات ہے کہ میرے ایک عزیز نے امریکا سے میرے لیے ایئر فریشنر بھیجے۔ اس وقت تک پاکستان میں ایئر فریشنر کا رواج نہیں تھا اور نہ کوئی اسے جانتا تھا۔ ایئر فریشنر کے ڈبوں پر بڑے خوب صورت نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ ہم نے انھیں اپنے گھر میں استعمال کیا اور خالی ڈبے کچرے کی ٹوکری میں ڈال دیے۔ صبح ملازمہ آئی کوڑے کو باہر لے جا کر بڑے کچرے کے ڈرم میں پھینکنے لگی تو اسے وہ نقش و نگار والے ڈبے بہت پسند آئے۔ اس نے باقی کوڑا تو پھینک دیا، لیکن وہ ڈبے نہیں پھینکے اور انھیں ایک کالے شاپنگ بیگ میں لپیٹ لیا۔ پھر اس پیکٹ کو ہمارے گھر کے سامنے لگے ہوئے پودوں میں چھپا کر رکھ دیا۔

ہماری ایک پڑوسن جو کہ سامنے گھر میں رہتی تھی، اس نے جب دیکھا کہ ایک عورت نہایت تیزی سے آئی اور ایک کالے شاپر میں لپیٹی ہوئی کوئی چیز ہمارے گھر کی کیاری میں رکھ کر چلی گئی تو فوراً اس کے ذہن میں خیال آیا کہ یہ کوئی دہشت گرد عورت ہے اور دہشت گردی کی نیت سے یہ پیکٹ رکھ کر گئی ہے۔ اس نے فوری طور پر ہمارے گھر آ کر اطلاع دی کہ فوراً گھر خالی کر دو اور آس پڑوس کے گھروں کو بھی کہا کہ سب لوگ اپنے گھر خالی کر دیں۔ پورے محلے میں دہشت پھیل گئی۔ ہر شخص پریشان ہو گیا۔ اس زمانے میں بم دھماکوں کے واقعات کثرت سے ہو رہے تھے۔ عوام کو مطلع کیا جا رہا تھا کہ اگر کوئی مشتبہ چیز یا کسی شخص کو دیکھیں تو فوری طور پر پولیس کو اطلاع کریں۔ ہماری پڑوسن نے پولیس کو فون کر دیا۔ پولیس نے سول ڈیفنس کے محکمے کو فون کر دیا اور وہاں سے

اخبارات کے دفتروں تک یہ خبر پہنچ گئی۔

سول ڈیفنس والوں نے آتے ہی محلے کے تمام گھر خالی کر دیے اور کسی ناگہانی آفت اور تکلیف سے بچنے کے لیے سب انتظامات کر لیے۔ اسی دوران وہ عورت تیزی سے ایک گھر سے نکلی۔ اسے دیکھتے ہی ہماری پڑوسن نے چیخ کر کہا: ”یہی وہ عورت ہے، جس نے کیاری میں مشتبہ پیکٹ چھپایا تھا۔“

اس عورت کو پکڑ لیا گیا۔ اس بے چاری نے گھبرا کر کہا: ”صاحب جی! میں تو کام کرنے والی ہوں اور گھروں میں کام کرتی ہوں۔ جب کوڑا پھینکنے لگی تو یہ رنگین ڈبے مجھے پسند آئے اور انہیں میں نے بیگ میں لپیٹ کر رکھا تھا کہ شام کو جاتے وقت لے جاؤں گی۔“ اس بات پر تمام لوگ ہنسنے لگے اور وہ خاتون بہت شرمندہ ہوئیں کہ بغیر تحقیق کے سب کو تنگ کیا۔

☆

زیارت

صوبہ بلوچستان رقبہ کے لحاظ سے ہمارے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ جس میں بہت سارے صحت افزا مقامات ہیں۔ ان میں کوئٹہ سے ۶۷ میل کے فاصلے پر ”زیارت“ ایک صحت افزا اور قابل قدر مقام ہے۔ یہاں قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے تھے۔

زیارت سطح سمندر سے ۸۸۵۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کا پرانا نام ”غوسلی“ ہے۔ یہاں ایک بزرگ ”ملا طاہر“ کا مزار واقع ہے اور اس مزار کی وجہ سے اس کا نام زیارت پڑ گیا، کیوں کہ زیارت کے لفظی معنی بھی مزار کے ہیں۔ بابا ملا طاہر کو ”بابا خرواری“ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

محمد اصغر بھٹہ، ملتان شہر

لیاقت علی خاں

امان اللہ نیر شوکت

تیری خدمات ہم بھول نہیں سکتے
تو رہے گا ہمارے دلوں کا امیں
تیری ہمت ہمیشہ رہی لازوال
تجھ سا رہبر ملے گا ہمیں اب کہیں!

تیری خدمات ہم بھول سکتے نہیں
تجھ سے دشمن سدا خوف کھاتا رہا
زندگی میں کبھی تو جھکا، نہ ہکا
جو لڑی جنگ تو نے ہمارے لیے
اس سے واقف ہیں یہ آسمان و زمیں

تیری خدمات ہم بھول سکتے نہیں
عمر بھر تو رہا دیس کا پاسباں
جانتا ہے حقیقت یہ سارا جہاں
نام زندہ رہے گا ہمیشہ ترا
ہے مجھے اس کا نیر مکمل یقین

تیری خدمات ہم بھول سکتے نہیں

ماہ نامہ ہمدرد نوں نہال (۱۵) اکتوبر ۲۰۱۸ عیسوی



شہید پاکستان طلحہ صادق

شہید حکیم محمد سعید محب وطن عالم دنیائے طب کی ایک نامور شخصیت تھے۔ انھوں نے جس تسلسل اور خلوص کے ساتھ ملک کے گوشے گوشے میں فکر و دانش کی روشنی بکھیری، اس کی چمک سے ان کے چاہنے والے ایک عرصے تک مستفید ہوں گے۔ وہ ایک سچے اور کھرے انسان تھے۔ ان کی عملی زندگی میں اسلامی رنگ جھلکتا تھا۔ ہر وقت با وضو رہنا، لباس و خوراک میں سادگی کا اہتمام کرنا۔ حضرت داؤدؑ علیہ السلام کی سنت کے مطابق ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنے کی پابندی اور غریبوں و مساکین پر توجہ اور ان کی سرپرستی اس دور میں ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے، یہ ان ہی کا کام تھا اور وہ ان سب امور کو وضعداری اور وقار کے ساتھ آخر دم تک نباتے رہے۔

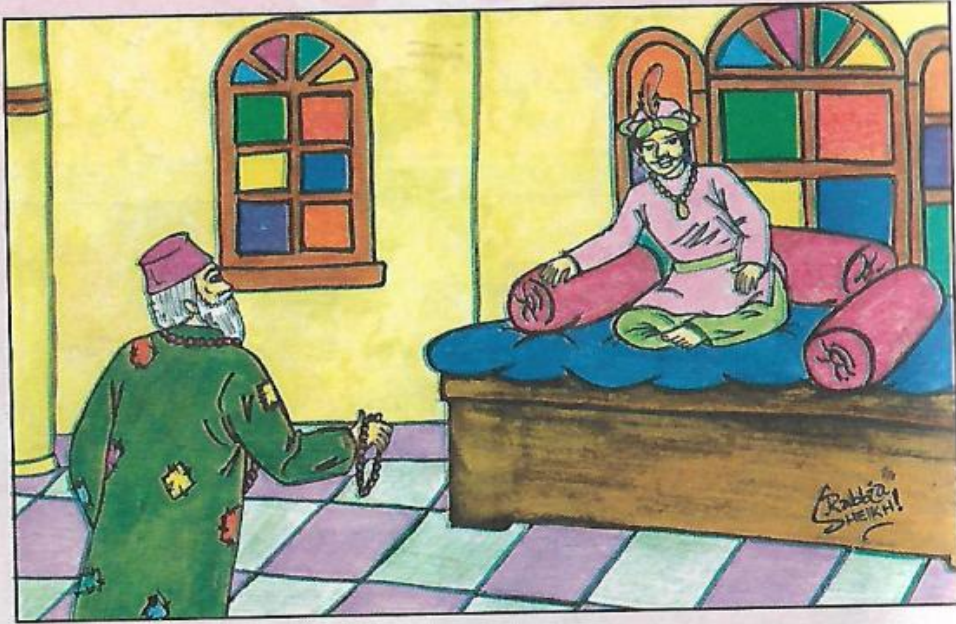
شہید حکیم محمد سعید ایک کھرے مسلمان اور محب وطن پاکستانی تھے۔ اپنے دین اور وطن کے لیے ان کی غیرت و محبت، ان کے بیانات اور ان کی تحریروں میں صاف طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ حکیم صاحب قیام پاکستان کے مقصد سے شعوری طور پر آگاہ تھے اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے ہر محاذ پر ہمیشہ مستعد اور سرگرم رہے۔ وہ پاکستان کو ایک مثالی ریاست بنانا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں بنیادی طور پر علم کے معیار پر توجہ دی۔ اسلامی نظام تعلیم کو بھی اہمیت دی۔ بچوں کے لیے نونہال ادب کا شعبہ قائم کیا تو کتابوں پر منافع بالکل نہیں لیا۔ نونہالوں کی صلاحیتوں کو ابھارنے کے لیے بزم نونہال شروع کی، جو اب بھی ہمدرد نونہال اسمبلی کے نام سے جاری ہے۔ اس اسمبلی میں بچے اکثر ایسے نکات پیش کرتے ہیں جن پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ملک کے بڑے بڑے مسائل کے حل کے لیے مجلس شوریٰ کے نام سے پلیٹ فارم مہیا کر دیا۔ شہید حکیم محمد سعید سیاست کی دنیا کے آدمی نہیں تھے۔ وقتی طور پر عملی سیاست کے بکھیڑوں میں الجھے بھی تو وہ انھیں راس نہ آئی۔ وہ اپنی علم و دانش کی دنیا میں واپس لوٹ آئے۔ ان کا تعلق علم سے

تھا، کتاب سے تھا، صحت سے تھا، دانش اور اخلاق سے تھا۔ وہ عمر بھر ان ہی کی نمایندگی کرتے رہے۔ انھوں نے عام لوگوں کو اخلاقی اصولوں کی اہمیت کا احساس دلایا۔ وہ پابندی سے اپنی ڈائری لکھتے تھے۔ وہ وقت ضائع کرنے کے خلاف تھے۔ دوران سفر بھی وہ اپنے مشاہدات اور یادداشتیں لکھتے رہتے تھے۔ ان کی ڈائری بارہ جلدوں میں شائع ہوئی۔ وہ دنیا بھر کی سیاحت کر کے اپنے تجربات سے لوگوں کو آگاہ کرتے تھے، جو سفر ناموں کی صورت میں موجود ہیں اور معلومات کا خزانہ ہیں۔

پاکستان کی ترقی کے لیے وہ ہمیشہ مستعد رہے اور کبھی مصلحت اور رعایت سے کام نہ لیا۔ ملک کے ناموافق حالات پر ان کی بے چینی اور فکر مندی ان کے بیانات اور تحریروں سے ظاہر تھی۔ ان پر غور کرنے سے اسلام، عالم اسلام اور پاکستان کے لیے حکیم صاحب کے احساسات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ان کے وحشیانہ قتل سے وطن عزیز کو جو نقصان پہنچا ہے وہ بھی کم نہیں ہے۔ بلند کردار لوگ دنیا سے جانے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں، وہ بھی عوام کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ☆



ہمارا ایک مہمان آج بازار کی سیر کرنے نکلے گا۔ بادشاہ کے حکم کی دیر تھی۔ بس آنا فانا بازار سج کر دلہن بن گیا۔

اب بادشاہ نے فقیر کے ہاتھ میں پانی سے بھرا ایک پیالہ پکڑا دیا اور جلا دے کہا: ”جاؤ، انھیں پورے شہر کی سیر کرادو اور جہاں کہیں پیالے سے ایک قطرہ بھی پانی کا زمین پر ٹپکے انھیں فوراً وہیں قتل کر دینا۔“

جب فقیر کو پورے شہر کی سیر کرانے کے بعد بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ سینے میں شرا بور تھا۔ بادشاہ نے اسے دیکھتے ہی مسکرا کر پوچھا: ”کہیے شاہ جی! آج بازار کتنا خوب صورت سجایا گیا تھا۔ بتائیے تو سہی آپ نے کیا کیا دیکھا اور آپ کو کیا کیا پسند آیا؟“ فقیر نے فوراً کہا: ”ارے ظالم! تُو نے مجھے اس لائق رکھا ہی کب تھا جو میں شہر دیکھتا۔“

آگ اور پانی کا کھیل

پروفیسر مشتاق اعظمی

کسی زمانے میں ایک بادشاہ تھا، جو بڑا ہی نیک اور خدا ترس تھا۔ اس کی نیکی کی شہرت دور دور تھی۔

ایک دن اس کے دارالحکومت میں ایک فقیر آیا۔ اس نے بادشاہ کی نیک مزاجی اور خدا ترسی کا حال سنا تو حیرت میں پڑ گیا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات آتی ہی نہیں تھی کہ حکومت کا انتظام اور خدا ترسی ایک جگہ کیوں کر جمع ہو سکتے ہیں۔ حکومت تو بڑی ہی دنیا داری کا مشغلہ ہے۔ یہی دیکھنے کے لیے وہ دور دراز کا پیدل سفر طے کر کے آیا تھا۔ جب وہ بادشاہ کے محل کے دروازے پر پہنچا تو اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید کوئی دربان نظر آجائے، لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ اندر گیا بادشاہ نے اس اجنبی شخص کو دیکھا تو نہایت اخلاق سے پیش آیا۔ پاس بٹھایا اور پوچھا: ”کہیے شاہ جی! کس طرح آنا ہوا؟“ ”میں نے سنا تھا کہ آپ کی عمل داری میں آگ اور پانی اکٹھے ہو گئے ہیں۔ بس یہی دیکھنے کے لیے چلا آیا تھا۔“

بادشاہ فقیر کا مطلب سمجھ گیا اور مسکراتا ہوا بولا: ”تو دیکھ لیا؟“ ”ہاں!“ فقیر نے بے زاری سے جواب دیا اور جانے کے لیے اٹھنے لگا۔ ”ٹھیرے شاہ جی!“ بادشاہ تیزی سے بولا: ”ابھی آپ نے نہیں دیکھا ہے۔ ٹھیرے میں دکھاتا ہوں۔“

یہ کہہ کر بادشاہ نے سارے شہر میں اعلان کرایا کہ آج بازار خوب سجایا جائے۔

میں تو بس اتنا ہی جانتا ہوں کہ سر پر ننگی تلوار تھی اور آنکھیں پیالے کے پانی پر جمی تھیں۔“
بادشاہ قہقہہ لگا کر ہنسا اور کہنے لگا: ”کہیے اب بھی سمجھ میں آیا یا نہیں؟ یہ ہے آگ
اور پانی کا کھیل!“



فقیر کے ہونٹوں پر تو جیسے تالا پڑ گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ کر بادشاہ کو دیکھنے لگا۔
بادشاہ نے پھر کہا: ”ہاں یہی راز ہے حکومت کے انتظام اور خدا پرستی کے یک جا
ہونے کا۔ اگر خدا کا خوف دل میں ہو اور اپنی ذمہ داری پر نظر جمی ہوئی ہو تو پھر دنیا کی
کوئی دل چسپی تمہیں دین سے غافل نہیں کر سکتی۔ دین ذمہ داریوں کے پورا کرنے کا
نام ہے۔ ان سے بھاگنے اور غاروں اور بیابانوں میں پناہ لینے کا نہیں۔“

☆☆☆

ماہ نامہ ہمدرد نو نہال ۲۰ اکتوبر ۲۰۱۸ عیسوی

بلا عنوان انعامی کہانی

جاوید بسام



رمضو، سیٹھ نادر کا باورچی تھا۔ سیٹھ صاحب ناشتے میں انڈا ضرور کھاتے تھے۔
ایک بار رمضو غلطی سے انڈے کے بجائے سالن لے آیا تو انھوں نے آسمان سر پر
اٹھالیا۔ رمضو کو خوب باتیں سنائیں۔ رمضو نے عہد کیا کہ وہ ہمیشہ اس بات کو یاد رکھے گا۔
ایک دن رمضو نے سب گھر والوں کو ناشتا دے دیا تھا، لیکن سیٹھ صاحب ابھی تیار نہیں
تھے۔ رمضو نے ان کے لیے ناشتے کی تیاری شروع کی۔ اس نے انڈا توڑا تو خراب نکلا۔
”اوہ! یہ کیا ہوا۔“ رمضو کے منہ سے بے اختیار نکلا، کیوں کہ انڈوں کی ٹوکری خالی ہو گئی
تھی۔ وہ پورے کچن میں انڈا تلاش کرنے لگا، مگر انڈا نہ ملا۔ گھبراہٹ میں اس کے ہاتھ پاؤں

ماہ نامہ ہمدرد نو نہال ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۸ عیسوی



پھول گئے۔ اتنا وقت نہیں کہ بازار جا کر انڈے لائے جا سکیں۔ اس نے اپنی لمبی ٹوپی اتاری اور اس مسئلے کا حل سوچنے لگا۔ پھر وہ کھڑکی میں آیا اور باہر جھانکا۔ وہ بنگلے کا پچھلا حصہ تھا۔ وہاں ایک بڑا تالاب تھا، جس کے گرد درخت اور جھاڑیاں اُگی تھیں۔ اسے تالاب میں بطخیں تیرتی نظر آئیں، اچانک اس کے دماغ میں ایک انوکھا خیال آیا۔ اس نے خود ہی اپنی پیٹھ ٹھونکنے کی کوشش کی اور بڑبڑایا: ”واہ رمضو! تم نے کیا دماغ پایا ہے۔ بس اب جلدی سے اس پر عمل کرلو۔“

رمضو نے ادھر ادھر دیکھا، اُچک کر کھڑکی پر چڑھا اور باہر کود گیا۔ اس کے قدم تیزی سے جھاڑیوں کی طرف بڑھ رہے تھے اور نظریں کچھ تلاش کر رہی تھیں۔ آخر اسے بطخ کا ایک ٹھکانا نظر آ گیا۔ وہ پھرتی سے آگے بڑھا۔ بطخ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر چوکی اور انڈوں پر سے اُٹھ گئی۔ جب رمضو قریب پہنچا تو وہ مقابلے کے لیے گردن تانے



Real Taste of Nature



www.fruiti.com.pk

f fruitiPakistan

قیس قیس کرتی اس کی طرف بڑھی۔ رمضو کو اس بات کی توقع نہیں تھی۔ وہ ٹھٹک کر رکا اور شش..... شش کرتے ہوئے بولا: ”میں صرف ایک انڈا لینا چاہتا ہوں۔ کل واپس کر دوں گا۔ صرف ایک انڈا ایک دن کے لیے اُدھار دے دو۔“

مگر بی بی نے اس کی التجا کو نظر انداز کر دیا۔ جوں ہی وہ آگے بڑھتا، بطخ اس پر حملہ کر دیتی۔ رمضو، جانوروں سے بہت گھبراتا تھا۔ وہ کولھو کے نیل کی طرح گھونسلے کے گرد گھوم رہا تھا، مگر انڈوں تک نہیں پہنچ پا رہا تھا۔ بطخ بہت شور کر رہی تھی، جسے سن کر دوسری بطخیں بھی مدد کو آ گئیں۔ مقابلہ سخت ہو گیا تھا، رمضو خالی ہاتھ واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ شش..... شش کی آوازیں نکالتا انڈوں پر چھٹا اور ایک انڈا اٹھا لیا، مگر ایک بطخ نے اسے اتنی زور سے کاٹا کہ اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اور انڈا بھی ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ بوکھلا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ بھاگتے ہوئے اس کی ٹوپی کچھڑ میں گر گئی۔ وہ اٹھانے کے لیے رکا تو ایک اور بطخ نے بھی اسے کاٹ لیا۔ وہ ہانپتا کانپتا کھڑکی پر چڑھا اور کچن میں اتر گیا۔ بطخیں غصے میں بھری کھڑکی تک اس کے پیچھے چلی آئی تھیں۔

رمضو سخت بدحواس تھا۔ اس کے چہرے پر بارہ بج رہے تھے۔ اس نے باورچی خانے سے جھانکا۔ سیٹھ صاحب ابھی باہر نہیں آئے تھے۔ رمضو نے حواس بحال کیے اور دوسری چیزوں کے علاوہ ایک کباب تل کر اور پلیٹ میں سجا کر رُے میں رکھ دیا۔ اتنی دیر میں سیٹھ صاحب اپنے کمرے سے باہر آ گئے تھے اور اپنی کرسی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ رمضو دل ہی دل میں دعائیں پڑھتا کچن سے باہر نکلا، مگر اس نے چہرے ایسا بنا رکھا تھا، جیسے کوئی بات نہ ہو۔ سیٹھ صاحب اپنی کرسی پر بیٹھ چکے تھے۔ رمضو نے رُے میں سے چائے، سلاکس، مکھن اور آخر میں کباب کی پلیٹ سیٹھ صاحب کے آگے رکھی، انھوں نے سب چیزوں پر نظر

قلفہ
ٹھنڈا ٹھار بھئی
ٹھنڈا ٹھار!
 • اسٹینڈرڈ • بادامی • پستہ •
Free 2 Kulfa Moulds inside
Laziza INTERNATIONAL
Kulfa Khoya MIX
 Net Wt. 152 gms e (5.36 oz.)
 Frozen Dessert Mix
Standard
 Pistachio
 Purity, Quality & Taste since 1985

دوڑائی۔ رمضو دھاکے کا منتظر تھا، مگر کچھ نہ ہوا، بلکہ سیٹھ صاحب بولے: ”رمضو! اچھا ہوا تم انڈا نہیں لائے، آج میری طبیعت کچھ خراب ہے، یہ کہاں بھی واپس لے جاؤ۔“
یہ کہہ کر انھوں نے سلائس اور چائے سے ناشتا شروع کر دیا۔ رمضو نے سکون کی گہری سانس لی۔ سیٹھ صاحب کا چھوٹا بیٹا حماد بھی موجود تھا، بولا: ”رمضو کا کا! آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں؟“

”نہیں، آپ کو کچھ چاہیے؟“ رمضو گھبرا کر بولا۔

”جی، وہ جیلی اٹھا دیں۔“ حماد نے مسکرا کر کہا۔

رمضو نے جیلی دی اور کچن کی طرف بڑھ گیا۔

اگلے دن گھر میں دعوت تھی۔ رمضو بہت مصروف تھا۔ پیاز کاٹتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے۔ وہ جلدی جلدی ہاتھ چلا رہا تھا کہ کھڑکی کے باہر سے قیس قیس کی آوازیں آئیں۔ رمضو نے منہ بنایا اور کھڑکی میں آ گیا۔ باہر بطخیں مٹی کرید رہی تھیں۔ رمضو اکثر وہاں بچی بچی چیزیں پھینک دیا کرتا تھا۔ بطخیں اسے دیکھ کر زور زور سے آوازیں نکالنے لگیں۔ رمضو نے غصے سے انھیں مکا دکھایا اور چلا یا: ”جاؤ یہاں سے بھاگو! آج تمہیں کھانے کو کچھ نہیں ملے گا۔ بے وفادوست سے سمجھ دار دشمن اچھا۔“

مگر بطخوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ ادھر ہی گھومتی رہیں۔ رمضو نے چھری ہوا میں لہرائی اور بولا: ”ایسا نہ ہو کہ کسی دن تمہارا قورما بنا کر مہمانوں کو کھلا دوں۔“

اس انوکھے خیال پر اس نے پھر اپنی پیٹھ ٹھونکنے کی کوشش کی اور اپنا کام کرنے لگا۔ اسی دوران حماد باورچی خانے میں چلا آیا اور بولا: ”کیا بات ہے، آپ بہت غصے میں لگ رہے ہیں؟“

”کچھ نہیں، آپ جائیں، اپنا کام کریں۔“

”میں نے کام کر لیا ہے۔ اب میرا دل جیلی کھانے کو چاہ رہا ہے۔“

”ہرگز نہیں، آپ کی امی نے مجھے منع کیا ہے۔ زیادہ جیلی کھانے سے گلا خراب ہو جاتا ہے۔“

”اوہ..... میرا بہت دل چاہ رہا ہے، ایک سلائس پر لگا کر دے دیں۔“ حماد معصومیت سے بولا۔

”آپ امی سے اجازت دلوادیں، ضرور دے دوں گا۔“ رمضو نے کہا اور اپنے کام میں لگ گیا۔

حماد وہیں کھڑا تھا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا، پھر وہ بولا: ”اچھا ایک بات سن لیں!“

”کیسی بات؟“ رمضو نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

”کل میں نے خواب دیکھا تھا، مگر کوئی سننے کے لیے تیار نہیں۔“

”مجھے کوئی خواب نہیں سنا، کام کرنے دو۔“

مگر حماد نے خواب سنانا شروع کر دیا، بولا: ”میں اوپر اپنے کمرے میں سو رہا تھا کہ کھڑکی سے بطخوں کے شور کرنے کی آوازیں آئیں۔“

یہ سن کر رمضو کے کان کھڑے ہو گئے۔ حماد نے بات جاری رکھی: ”میں اٹھ کر

کھڑکی میں آیا تو میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی لمبی باورچیوں

والی ٹوپی پہنے بطخوں کے انڈے چرانے کی کوشش کر رہا ہے۔ بطخیں اسے قریب آنے نہیں

دے رہی تھیں۔ وہ غصے میں تھیں۔ میں دیکھتا رہا، آخر آدمی نے کوشش کر کے ایک انڈا

اٹھالیا، مگر ایک بطخ نے اسے زور سے کاٹا۔ اس نے چیخ ماری اور انڈا چھوڑ کر بھاگ گیا۔“

رمضو ایک ہاتھ میں چھری اور دوسرے میں پیاز پکڑے حیرت سے منہ کھولے کھڑا تھا۔

”یہ..... یہ تم نے خواب میں دیکھا تھا؟“ اس نے ہکا کر پوچھا۔

”ہاں، کیا ایسا حقیقت میں بھی ہو سکتا ہے؟“ حماد نے حیرت سے کہا۔

”نہیں..... نہیں بالکل نہیں۔“ رمضو گھبرا کر بولا۔

”مجھے اس آدمی کی شکل کچھ یاد ہے، وہ.....“

”چھوڑو بیٹا! اس خواب کا کسی سے ذکر نہیں کرنا۔“ رمضو بات کاٹ کر بولا۔

”چلیں نہیں کروں گا، اب میں جیلی والا سلاکس لے سکتا ہوں؟“

”نہیں، ہاں، ہاں کیوں نہیں، یہ لو۔“ رمضو بوکھلا کر بولا اور ایک سلاکس پر جیلی

لگا کر حماد کو دے دی۔ وہ مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

”اوہ، یہ بڑی گڑبڑ ہو گئی۔ یہ بات کسی کو بتا نہیں چلی چاہیے۔“ وہ بڑبڑا رہا تھا۔

ساتھ ہی کام بھی کر رہا تھا، اچانک اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اس نے گرم پتیلیا بغیر

پکڑے کے اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ وہ اچھل اچھل کر ہاتھوں پر پھونکیں مارنے لگا۔ اس

دوران باہر سے بیگم صاحبہ کی آواز آئی: ”رمضو! دعوت کی تیاری ٹھیک چل رہی ہے؟“

وہ کچن کے دروازے پر چلی آئیں۔

”جی بیگم صاحبہ!“ رمضو تیزی سے بولا۔

”جلدی کرو، ہر چیز وقت پر تیار ہونی چاہیے۔ آج بہت اہم مہمان آرہے ہیں۔“

”جی، آپ فکر نہ کریں۔“ رمضو بولا اور جلدی جلدی کام کرنے لگا۔

دو پہر کو حماد پھر کچن میں موجود تھا۔ رمضو کو پھر جیلی والا سلاکس دینا پڑا۔ وہ سوچ رہا

تھا، یہ بات ٹھیک نہیں، مجھے اس کا حل نکالنا ہوگا۔ شام تک اس نے تمام کھانے تیار کر لیے۔

جب وہ تھک کر آرام سے بیٹھ گیا تو اس نے اس مسئلے پر سوچنا شروع کیا۔ آخر اس نتیجے پر

پہنچا کہ وہ اگرچہ بڑی مشکل میں پھنس گیا ہے، مگر کوئی غلط کام نہیں کرے گا، چاہے اس کی

ملازمت ختم ہی کیوں نہ ہو جائے۔ یہ سوچ کر وہ مطمئن ہو گیا۔

اسی وقت حماد کچن میں آ گیا اور بولا: ”رمضو کا کا! آج کا آخری سلاکس اور

دے دیں۔“

رمضو فنی میں سر ہلاتے ہوئے بولا: ”نہیں، اب آپ کو سلاکس نہیں ملے گا۔“

”کیوں؟ ایسا نہ ہو، مجھے اس آدمی کی شکل یاد آ جائے۔“

”میاں! آپ کو اس کی شکل اچھی طرح یاد ہے، آپ نے یہ سب حقیقت میں دیکھا

تھا۔ جائیے، سب کو بتا دیں۔ میں ایک اصول پرست آدمی ہوں۔“

حماد نے منہ بنا کر اسے دیکھا اور باہر نکل گیا۔

”اونہ، بڑے آئے میری شکایت کرنے والے، چلو میاں! دیکھا جائے گا۔“

یہ کہہ کر وہ دونوں پاؤں پھیلا کر بیٹھ گیا۔

اگلے دن چھٹی تھی۔ سب گھر پر موجود تھے۔ رمضو نے بے دلی سے ناشتا تیار کیا، پھر

باورچی خانے میں آ گیا۔ وہ پریشان نظر آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد سب گھر والے نشست گاہ

میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو رمضو کو بلا یا گیا۔ حماد نے آ کر خبر دی۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ رمضو

بھاری قدموں سے چلتا سیٹھ صاحب کے پاس گیا۔ وہ بولے: ”ہاں میاں رمضو! کیا ہو رہا

ہے، تمہیں کام میں کوئی مشکل تو نہیں ہو رہی؟“

”نہیں جی، سب ٹھیک ہے۔“ رمضو نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

”بھئی، کل تم نے بہت مزے دار کھانا پکایا۔ مہمانوں نے بہت تعریف کی۔ ہم

تمہارے کام سے بہت خوش ہیں۔ یہ لو اپنا انعام۔“ سیٹھ صاحب نے پانچ سو کا نوٹ اس کی طرف بڑھایا۔

رمضو حیرت سے ہکا بکا انھیں دیکھ رہا تھا۔

”رمضو کا کا! کہاں کھو گئے؟ پاپا کچھ کہہ رہے ہیں۔“ حماد شوخی سے بولا۔

رمضو چونک کر آگے بڑھا اور جلدی جلدی ان کا شکر یہ ادا کرنے لگا۔ پھر وہ سب سے نظریں چرائے باورچی خانے میں آ گیا۔ اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی۔ کچھ دیر بعد حماد بھی وہیں آ گیا۔ رمضو سوچ میں گم بیٹھا تھا، اسے دیکھ کر چونک گیا۔

وہ بولا: ”آپ کیا سمجھ رہے تھے میں آپ کی چغلی کروں گا۔ نہیں میری ٹیچر نے بتایا تھا کہ چغلی کرنا بُری بات ہے اور جس طرح میں نے آپ سے سلاکس لے کر کھائے، وہ بھی غلط بات ہے۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، مگر کیا کروں، مجھے جیلی بہت پسند ہے۔“ رمضو بھرائی ہوئی آواز میں بولا: ”حماد میاں! آپ بہت اچھے بچے ہیں۔“

☆☆☆

اس بلا عنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۶۱ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۵- اکتوبر ۲۰۱۸ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جاسکیں۔

نوٹ: ادارہ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

بڑا نقصان نذیر اقبالوی

اعجاز اپنے دوست کامران کے ساتھ گاڑی میں سوار اردو بازار کی طرف جا رہا تھا۔ مرکزی سڑک کے قریب ٹریفک جام تھا۔ کامران کی کوشش تھی کہ سورج غروب ہونے سے پہلے اردو بازار پہنچ جائے۔ جب بھی موسم خراب ہوتا تھا، وہ اپنے دوست اعجاز کو اپنی کار میں بٹھالیتا تھا۔ اعجاز گھر میں اردو اور انگلش کمپوزنگ کرنے کے ساتھ ساتھ اب کتابوں کے سرورق بھی بناتا تھا۔ جب کام زیادہ ہوا تو اس نے ایک نوجوان کو ملازم رکھ لیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کا کام بڑھتا ہی گیا۔ کام بڑھنے سے یہ ہوا کہ اب وہ اشاعتی اداروں کا کام بروقت نہیں کر پاتا تھا۔

ایک دن اعجاز اور کامران کتابیں چھاپنے والے ایک بڑے ادارے کے دفتر میں بیٹھے تھے۔ ادارے کے مالک مقبول نے ایک مسودہ اعجاز کے حوالے کرتے ہوئے کہا: ”آپ یہ مسودہ لے جائیے۔ میں یہ کتاب جلد شائع کرنا چاہتا ہوں۔ کمپوزنگ جلد مکمل ہونی چاہیے۔“

”ایک ہفتے میں اس کتاب کی کمپوزنگ کر دوں گا۔“ اعجاز نے مسودہ الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

اعجاز اب جہاں بھی جاتا، یہی جملہ دہراتا ہے کہ آپ کو کام بروقت ملے گا۔ کبھی کبھی کامران بھی اس کے ساتھ ہوتا۔ وہ جب یہ جملہ سنتا تو اعجاز کو گھورتا۔ جب وہ کار میں آ کر بیٹھتے تو کامران کہتا: ”اتنا زیادہ کام کس طرح کر پاؤ گے، بہتر یہی ہے کہ اتنا ہی کام لو، جتنا آسانی سے کر سکو۔“

”ہو جائے گا کام، تم فکر کیوں کرتے ہو، مارکیٹ میں تو اسی طرح کام ہوتا ہے۔“ اعجاز کو تو گویا کوئی فکر ہی نہ تھی۔

آج وہ دوبارہ مقبول صاحب سے ملنے جا رہا تھا، کیوں کہ کئی بار ان کا فون آچکا تھا اور ان کا کام مکمل نہیں ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں مقبول صاحب کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے جب کمپوزنگ کے بارے میں سوال کیا تو اعجاز نے غم زدہ لہجے میں کہا: ”سر!..... وہ..... دراصل میری بیٹی تین دن سے شدید بخار میں تپ رہی ہے۔ بخار ہے کہ کم ہی ہونے میں نہیں آ رہا۔ پریشانی کے باعث آپ کا کام نہیں کر سکا، میں جلد آپ کا کام مکمل کر دوں گا۔“

اعجاز کی باتیں سن کر کامران حیران ہو رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اعجاز جھوٹ بول رہا ہے۔ اعجاز کی بیٹی بیمار ہو اور اسے علم نہ ہو، ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔ مقبول صاحب نے انسانی ہمدردی کے تحت کام نہ کرنے کے باوجود اعجاز کو بیٹی کے علاج کے لیے کچھ پیسے پیشگی دے دیے۔

انھیں گاڑی میں بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اعجاز کا موبائل فون بج اٹھا تھا۔ اعجاز نے موبائل کی اسکرین پر نام دیکھ کر خود کلامی کی: ”شیخ ارشد۔“

کامران نے کہا: ”ان سے بھی کوئی جھوٹ بول دو۔ تمہارا تو کام ہی جھوٹ پر چلتا ہے۔ بیٹی کی بیماری کا کہہ کر تم نے اچھا نہیں کیا۔ ایسا مت کرو۔“

”ایسا نہیں کروں گا تو کار بار کیسے چلے گا۔ ایسا کرنا کار بار کا حصہ ہے۔ سب جگہ ایسا ہی چلتا ہے۔ اب دیکھ لو، کام بھی نہیں کیا اور پیسے بھی مل گئے ہیں۔ اتنے چھوٹے موٹے جھوٹ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“

اعجاز اپنے دوست کی کسی بات کو سننے اور عمل کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ کئی جگہ رکا اور سب کو جھوٹی تسلیاں دے کر واپس کار میں بیٹھ گیا۔

اب ان کا رخ شیخ ارشد کے ادارے کی طرف تھا۔ گاڑی میں آ کر اعجاز نے بیک

کھولا اپنی اور روٹی نکال لی۔ پھر اس نے دیکھتے ہی دیکھتے اپنے بائیں بازو پر روٹی رکھی اور اس پر مضبوطی سے پٹی باندھ لی۔ ایسا لگ رہا تھا، جیسے اسے چوٹ لگی ہو۔ پٹی کو لمبا کر کے اسے گلے میں بھی ڈال لیا تھا۔ اب بازو کا وزن اس پٹی پر تھا۔

”آئندہ میں تمہارے ساتھ نہیں آؤں گا۔ میں اس غلط کام میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ تم شیخ ارشد کے پاس جاؤ، میں گاڑی میں بیٹھا ہوں۔“

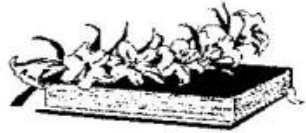
کامران کو بازو پر پٹی باندھنے کی حرکت بالکل بھی اچھی نہیں لگی تھی۔ وہ اعجاز کے اصرار کے باوجود اس کے ساتھ نہ گیا۔ وہ گاڑی ہی میں بیٹھا رہا۔ کچھ دیر بعد اعجاز ہنستا مسکراتا گاڑی میں واپس آیا۔ وہ ہمیشہ کی طرح کام یاب لوٹا تھا۔ اس کی جیب میں رپے تھے۔ اعجاز کا بازو ابھی تک گلے میں لٹک رہا تھا۔ کامران کے غصے کی شدت اعجاز نے محسوس کر لی تھی۔ وہ جان گیا تھا کہ معاملہ کچھ زیادہ ہی خراب ہو گیا ہے۔

”لو بھئی! یہ پٹی اتار دیتا ہوں، اب اس پٹی کا کام ختم ہو گیا ہے۔ اس پٹی نے بگڑا کام سنوار دیا ہے۔ بازو کو گلے میں لٹکتے دیکھ کر شیخ ارشد کا غصہ جاتا رہا، انھوں نے ہمدردی کے دو بول بولے اور رپے مجھے تمہا دیے۔“

کامران کو اعجاز کی باتوں میں کوئی دل چسپی نہیں تھی۔ اگر دوستی کا خیال نہ ہوتا تو وہ کب کا وہاں سے چلا گیا ہوتا۔

”میرا دوست مجھ سے ناراض ہے۔ ابھی تمہیں کسی اچھی جگہ لسی پلا کر تمہاری ناراضی دور کرتا ہوں۔“ اعجاز نے شوخ انداز سے کہا۔

ابھی وہ اردو بازار کے چوک میں کھڑے تھے کہ شیخ ارشد اُدھر آ نکلے۔ اعجاز اپنا بایاں بازو باہر نکال کر پیچھے آنے والے موٹر سائیکل کو خبردار کر رہا تھا کہ شیخ ارشد کی نظر اعجاز



خوش ذوق نونہالوں کے پسندیدہ اشعار

بیت بازی

یوں وفا اٹھ گئی زمانے سے
کبھی گویا جہاں میں تھی ہی نہیں
شاعر: داغ دہلوی ہند: عروج ناصر، ناظم آباد
دین ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلمان کا خسارہ
شاعر: علامہ اقبال ہند: سیدہ ہاجرہ رحمان، اسلام آباد
دور حاضر کی دوستی احسان
کس قدر جلد رُخ بدلتی ہے
شاعر: احسان دہلوی ہند: عائشہ صدیق دھیر
اے وطن تیری عرض پاک پہ اترے
وہ فصل گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو
شاعر: احمد عظیم دہلوی ہند: محمد حسان رضا سومرو
ہیں محبتوں کی امانتیں یہی جہتیں، یہی قربتیں
دیے بام و در کسی اور نے، تو رہا بسا کوئی اور ہے
شاعر: نصیر ترائی ہند: شامک ڈیشان، ملیر
نشان منزل راہ دکھا کے مجھے
عجیب لوگ تھے خود سو گئے، جگا کے مجھے
شاعر: نشر اکبر آبادی ہند: احمد رضا عطاری، کراچی
ہیں سختی سفر سے بہت تنگ، پر منیر
گھر کو پلٹ ہی جائیں گے، ایسے بھی ہم نہیں
شاعر: منیر یادی ہند: محمد منیر نواز، کراچی
جو بے وطن ہوئے، ان کا وطن زمانہ ہوا
جو بے زمین ہوئے، ان کا کہاں ٹھکانا ہوا
شاعر: سرشار صدیقی ہند: ثروت شمس الدین، کراچی
پھول تھے، رنگ تھے لحوں کی صباحت ہم تھے
ایسے زندہ تھے کہ جینے کی علامت ہم تھے
شاعر: اعتبار ساجد ہند: روبینہ ناز، کراچی
دل کے دریا کو کسی روز اتر جانا چاہیے
اتنا بے سست نہ چل، لوٹ کے گھر جانا ہے
شاعر: امجد اسلام احمد ہند: حادانص، لاٹھی
جنتو میں سائے کی ہیں، دھوپ کے مارے لوگ
جس شجر کو دیکھیے، سائے سے وہ محروم ہے
شاعر: اعجاز رحمانی ہند: حسام عامر، سندھی ہونٹ
سنو کہ اب ہم گلاب دیں گے، گلاب لیں گے
محبتوں میں کوئی خسارہ نہیں چلے گا
شاعر: چاوند انور ہند: محمد مجید، کراچی
بادل کی طرح توڑ دیا خاک سے رشتہ
سورج مجھے سینے سے لگاتا نہیں پھر بھی
شاعر: شہزاد احمد ہند: آصف یوزدار، میرپور قلیو
کہاں سے آتی ہے دولت ٹکلیل راتوں رات
سوال اہل شہر سے یہ کر کے دیکھتے ہیں
شاعر: کلیل فاروقی ہند: اریہ افروز، تاج محمد، ناظم آباد

پر پڑی تھی۔ وہ دائیں طرف سے ہو کر گاڑی کے سامنے آ گئے تھے۔ اعجاز تو شیخ ارشد کو دیکھ کر گھبرا سا گیا تھا۔ اگلے ہی لمحے شیخ ارشد نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا تھا۔ پٹی اور روٹی اعجاز کی سیٹ پر دیکھ کر شیخ ارشد آگ بگولا ہو گئے اور چلائے: ”دھوکے باز، مکار، جھوٹے..... اب میں تمہیں اردو بازار میں کام نہیں کرنے دوں گا۔“

”مجھے معاف کر دیں۔ میں نے جو کہا ہے غلط ہے، میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔“
اعجاز اب شیخ ارشد کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

شور سن کر آس پاس کے دکان دار بھی وہاں آ گئے تھے۔ ان کے درمیان اعجاز سر جھکائے کھڑا تھا۔

گھر آ کر بھی وہ کافی دیر تک اپنے کمرے میں سر جھکائے بیٹھا رہا۔ میز پر رکھے مسودات پر اعجاز بار بار نگاہ ڈال رہا تھا۔ شیخ ارشد اردو بازار کا بااثر آدمی تھا۔ شام کے وقت تقریباً سارے ہی ناشر ایک جگہ اکٹھا ہو کر گپ شپ کرتے تھے۔ شیخ ارشد کی زبانی سبھی کو اعجاز کی اصلیت کا علم ہو گیا تھا۔ اشاعتی ادارے اپنے مسودات کی واپسی کے لیے اس سے رابطہ کرنے لگے۔ اس نے لاکھ اپنی صفائی پیش کی، مگر کوئی اس کی بات کا اعتبار کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا ہے کہ اس کے پاس کام بالکل ہی ختم ہو گیا۔ ایسی صورت میں اب ملازم کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔ اعجاز نے اپنے کار بار کو جہاں سے شروع کیا تھا، اب وہ وہیں آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ جھوٹ نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ اس نے زمانہ طالب علمی میں شہید پاکستان حکیم محمد سعید کا ایک قول پڑھا تھا کہ جھوٹ بول کر معمولی فائدہ اٹھانے والے ایک دن بڑا نقصان اٹھاتے ہیں۔ آج اس نے اس قول کی عملی صورت دیکھ لی تھی۔ وہ جھوٹ بول بول کر جو معمولی فائدے حاصل کرتا رہا تھا، آج اسے اچانک بہت بڑا نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ ☆

اٹلی کی پہلی خاتون ڈاکٹر اور ماہر تعلیم

نام بوجھیے

سلیم فرخی

میں اٹلی کے ایک قصبے ”شاروے“ میں ۳۱ اگست ۱۸۷۰ء کو پیدا ہوئی۔ میں اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی۔ میرے والد اٹلی کے ایک نڈر اور فرض شناس فوجی افسر تھے۔ وہ اپنے بزرگوں کی طرح قدامت پسند بھی تھے۔ میری والدہ مشہور فلسفی اور سائنس دان النطونی انٹونی اسٹوپانی کی بھتیجی تھیں۔ ماں کے ساتھ میرے دوستانہ تعلقات تھے، جب کہ والد سخت گیر آدمی تھے۔ مجھ میں بچپن سے معذوروں اور بیماروں کے لیے ہمدردی کا جذبہ تھا۔ میں اپنے ہم عمر بچوں سے ذہنی طور پر کچھ آگے تھی۔ ایک کھیل کے دوران میں اپنے ساتھیوں کو کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن وہ کسی طرح سمجھ ہی نہیں پا رہے تھے۔ میں نے غصے میں ان سے کہا: ”تم لوگ آ خر کب پیدا ہو گے؟“

جب میں پانچ سال کی تھی تو میرے والدین روم منتقل ہو گئے۔ اسکول کے بعد جب کالج میں داخلے کا وقت آیا تو والدین نے کہا کہ لیڈی ٹیچر کا کورس کر لو، لیکن میں نے ریاضی میں اپنی مہارت کی وجہ سے انجینئرنگ کا شعبہ پسند کیا۔ والد نے غصے کا اظہار کیا، مگر منع نہیں کیا۔ اس زمانے میں یہ بڑی حیرت انگیز بات تھی کہ ایک لڑکی انجینئر بنے۔ لڑکیوں کا کوئی انجینئر کالج بھی نہیں تھا۔ بڑی بھاگ دوڑ اور سفارش سے لڑکوں کے کالج میں داخلہ ہوا تو گیا، لیکن کچھ دن بعد اس مضمون سے میری دل چسپی ختم ہو گئی اور میں نے کالج چھوڑ دیا۔ اب میرا رجحان حیاتیات کے مضمون کی طرف ہو گیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ طب کی تعلیم حاصل کر کے لیڈی ڈاکٹر بنوں گی۔ اس دور میں لیڈی ڈاکٹر بننا انجینئر بننے سے زیادہ

توجہ فرمائیے

بزم ہمدردنو نہال - ہمدردنو نہال اسمبلی

المنائی

وہ جوانانِ امروز جو ماضی میں ”شہید پاکستان حکیم محمد سعید“ کے قائم کردہ فورم ”بزم ہمدردنو نہال“ یا بعد ازاں ”ہمدردنو نہال اسمبلی“ سے بحیثیت قاری، نعت خواں، مقرر یا ملی نغمہ سرائی کے حوالے سے وابستہ رہے ہیں اور اب اپنی عملی زندگی میں کسی بھی شعبے میں مصروفِ عمل ہیں ان سے درخواست ہے کہ وہ اپنی ایک عدد تازہ پاسپورٹ سائز تصویر، پورا نام، اسکول کا پورا نام (جس میں تعلیم حاصل کی) نو نہال فورم سے وابستگی کا عرصہ اور موجودہ مصروفیت کے حوالے سے ہمیں اپنے مکمل کوائف ارسال فرمائیں۔ مطلوبہ کوائف میں آپ کوئی اضافہ کرنا چاہیں تو ضرور کریں۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ مکمل ریکارڈ مرتب ہونے کے بعد اسے ماہ نامہ ”ہمدردنو نہال“ میں شائع کیا جائے گا، تاکہ آج کے نو نہال بھی اسے دل چسپی سے پڑھیں اور آپ کی طرح اپنے مستقبل کی تعمیر میں رہنمائی حاصل کر سکیں۔ مذکورہ فورم کے بارے میں آپ اپنے مختصر تاثرات بھی لکھ سکتے ہیں کہ آپ نے اس فورم سے کیا فوائد حاصل کیے۔

آپ کی دوست اور ہمدرد

(سعید راشد)

صدر: ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان

برائے رابطہ

حکیم محمد عثمان

ڈپٹی ڈائریکٹر پروگرامز، ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان

ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر 3، کراچی۔ 74600

فون نمبر : 021-36616001-4 Lines -- 021-36616382

0333-2338667

عجیب و غریب بات تھی۔ بڑی بوڑھیوں نے تو اسے قیامت کی نشانی تک قرار دے دیا۔ اس وقت اٹلی کی تعلیمی پالیسی کے مطابق میڈیکل کے شعبے میں کوئی لڑکی شامل نہیں ہو سکتی تھی۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر میں نے خود ناظم تعلیمات سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ بہت مشکل سے رسائی ہوئی، مگر انھوں نے صاف منع کر دیا۔ میں نے پھر بھی ہمت نہیں ہاری۔ جدوجہد جاری رکھی۔

میرا کہنا تھا کہ علم حاصل کرنا، ہر انسان کا بنیادی حق ہے، اس میں لڑکے یا لڑکی کا فرق رکھنا سخت زیادتی تھی۔ میں اپنا حق حاصل کر کے رہوں گی۔

آخر ایک دن محکمہ تعلیم نے میرے عزم کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ لڑکوں کے میڈیکل کالج میں خصوصی طور پر داخلہ دے دیا گیا۔

میرے والد لڑکیوں کو اسکول سے زیادہ تعلیم دلانے کے خلاف تھے۔ وہ اس شعبے میں میرے داخلے پر اس قدر ناراض ہوئے کہ انھوں نے مجھ سے تعلق بالکل ختم کر لیا۔ والد نے پیسے دینا بند کر دیے تو میں ٹیوشن وغیرہ پڑھا کہ خرچ پورا کرنے لگی۔ ایک سال انتہائی پریشانی میں گزارا۔ پھر جب سال اول کا امتحان ہوا تو میں نے کالج کے تمام لڑکوں کو پیچھے چھوڑ دیا اور وظیفے کی حق دار ٹھہری اس طرح تعلیمی اخراجات کا مسئلہ حل ہو گیا۔ لڑکے حسد کرنے لگے۔ وہ جب کوئی طنزیہ جملہ کہتے تو میں حاضر جوابی سے ایسا جواب دیتی کہ وہ بغلیں جھانکنے لگتے۔

غرض کہ میں نے اپنی فطری صلاحیتوں، عزم و حوصلے اور مستقل مزاجی سے اپنے راستے کی ہر رکاوٹ کو پاش پاش کر دیا۔

۱۸۹۰ء میں آخر وہ دن آ پہنچا، جب مجھے ”ڈاکٹر آف میڈیسن“ کی ڈگری دینے کے لیے تاریخ کا اعلان کر دیا گیا۔ میں اٹلی کی پہلی لیڈی ڈاکٹر بن چکی تھی۔ کالج کے دستور کے

مطابق ڈگری وصول کرنے کے بعد مجھے ایک تقریر کرنی تھی۔ مقررہ تاریخ کو لوگ حیرت و تجسس میں ڈوبے، جوق در جوق کالج پہنچے۔ ادھر کالج کے لڑکوں نے منصوبہ بنایا کہ تقریر کے دوران ہنگامہ آرائی کریں گے۔ مجھے نچا دکھانے کے لیے یہ ان کے پاس آخری موقع تھا۔ میرے والد کے ایک دوست انھیں زبردستی اپنے ساتھ تقریر سننے کے لیے وہاں لے آئے۔ میں نے اسٹیج پر آ کر انتہائی اعتماد سے نپے تلے الفاظ میں بولنا شروع کیا۔ موضوع جان دار اور معلومات سے بھر پور تھا۔ سننے والوں پر تو جیسے سحر طاری ہو گیا۔ ایسے میں ہنگامہ کرنا تو درکنار حاسد لڑکے لب ہلانا تک بھول گئے۔ تقریر ختم ہوئی تو فضا تالیوں سے گونج اٹھی۔ پُر جوش لوگ بے اختیار مبارک باد دینے لگے۔ وہاں جو لوگ میرے والد کو جانتے تھے، انھوں نے والد کو خراج تحسین پیش کیا۔

میں ڈاکٹر بن کر ایک اسپتال میں کام کرنے لگی، لیکن حیرت اور مزے کی بات یہ ہے کہ میری شہرت کی وجہ طب کا پیشہ نہیں، بلکہ تعلیم و تدریس کا شعبہ ہے، جس کے بارے میں، میں نے والدین سے صاف کہہ دیا تھا کہ استانی بننا مجھے ہرگز منظور نہیں ہے۔

مجھے اس وقت رائج تعلیم کے فرسودہ نظام سے سخت چوٹ تھی۔ ۱۸۹۸ء میں، میں نے چلڈرن ہاؤس کے نام سے ایک اسکول کھولا اور تعلیمی میدان میں ایک نئے انداز سے شامل ہوئی تھی۔ بچوں کی بنیادی تعلیم کے سلسلے میں میرا نظریہ بالکل اچھوتا تھا۔ میرا کہنا تھا کہ بچے کو پڑھنے پر مجبور کرنے کے بجائے، راغب کیا جائے۔ بچہ اسکول سے گھر بھاگنے کے بجائے گھر سے اسکول کی طرف بھاگے۔ کھیل کھیل میں بچوں کو تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ استاد کا خوف ان کے دل سے نکال دیا تھا۔ بچوں کو خود ان کی اپنی صلاحیتیں اُبھارنے کا موقع دیا۔

میں نے معذور اور ذہنی کم زور بچوں کی تربیت بھی کی۔ میرے اس طریقہ تدریس کے مخالفین بھی بہت تھے، جو کہتے تھے کہ اس طرح نظم و ضبط ختم ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصے

پابندی بھی رہی، لیکن آخر ان کو ہارمانی ہی پڑی۔

اس سلسلے میں میں نے کئی کتابیں لکھیں۔ بہت سے مضامین رسالوں میں چھپوائے، جگہ جگہ لیکچر دیے۔ ۱۹۰۰ء میں استادوں کو تربیت دینے والے ایک ادارے کی ڈائریکٹر مقرر ہو گئی۔ ۱۹۰۷ء میں بچوں کی حفاظت کے لیے روم میں پہلا ڈے کیئر سینٹر (بچوں کا گھر) قائم کیا۔ ان تمام کاموں کی شہرت دور دور تک ہوئی اور لوگوں کی دل چسپی بڑھتی گئی۔ بعد میں ان ہی اصولوں پر سوئٹزرلینڈ، برطانیہ، یورپی ممالک اور امریکا میں اسکول قائم ہونے لگے۔ میں نے تقریباً پوری دنیا کا سفر کیا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں نے برصغیر میں مدراس، کراچی اور پونا کے اساتذہ کو تربیت دی۔

میں نے بچوں کی تعلیم و تربیت کی خاطر اسپتال کی ملازمت چھوڑ دی۔ میرا طریقہ تدریس میرے ہی نام سے آج تک قائم ہے۔

میں نے ۶ مئی ۱۹۵۲ء کو ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔

اگست ۲۰۱۸ء میں مشہور مسلمان فلسفی، عالم، ریاضی داں، موسیقار ابونصر فارابی سے

ملاقات کرائی گئی تھی۔ جن نو نہالوں نے درست نام بوجھ لیا ہے ان کے نام درج ذیل ہیں:

☆ کراچی: اقرار اؤ عبدالغفار، حفصہ طارق، علینا اختر، سیدہ مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب، سید باذل علی اظہر، سید شہنظل علی اظہر، سید عفان جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، عاشر احمد وسیم مجوکہ، عروہ امین ☆ دوڑ: ڈاکٹر اقصیٰ امجد، ولید امجد کمبوہ، حمزہ امجد کمبوہ ☆ اسلام آباد: جعفر فاطمہ ☆ پشاور: محمد حسان ☆ حیدر آباد: مرزا تیمور بیگ، صارم ندیم ☆ راولپنڈی: ہانیہ نور بٹ، زہرا نور بٹ۔

☆☆☆

ہاتیں ہمد پاکستان کی

شب بیداری



شب بیداری فارسی زبان کا لفظ ہے۔ شب کے معنی رات، بیداری کے معنی جاگنا ہے۔ شب بیدار کے معنی رات کو جاگنے والا۔ نو نہالو! فارسی بڑی شیریں (میٹھی) زبان ہے۔ مغلوں کے دور میں تو ہندوستان کی سرکاری زبان فارسی ہی تھی۔ غور کیا جائے تو ہم مسلمانوں کی تاریخ اور علم و ادب سب فارسی زبان میں ہے، مگر ہم نے فارسی زبان سے غفلت برتی، عربی کی

طرف دوڑ پڑے۔ یہ دوڑ نا اچھی بات تھی۔ ہماری سب سے بڑی کتاب یعنی قرآن حکیم عربی زبان میں ہے، مگر ہمارے تعلیمی نظام کی یہ خرابی ہے کہ ہم عربی زبان اختیار نہ کر سکے۔ اب حال یہ ہے کہ ہمیں نہ عربی آتی ہے اور نہ فارسی۔ اللہ توبہ ہے۔ اور تعلیم میں تو ہمارا یہ حال ہے کہ ہمیں تو اچھی اردو بھی نہیں آتی۔ انگریزی کا بڑا زور ہے۔ ہمارے طالب علم کو تو انگریزی بھی نہیں آتی۔ خیر میں شب بیداری کی بات کر رہا تھا۔ ابھی صبح کے تین بجے تھے اور آخر رات تھی کہ میں بیدار ہو گیا۔ کسمایا، شیطان نے بہکایا، کہنے لگا:

”سعید! سعید! ابھی تو رات ہے۔ سو جاؤ۔ میں صبح دن چڑھے تمہیں جگا دوں گا۔ سو جاؤ۔“

نو نہالو! پہلے تو میں شیطان کی لوریاں مزے سے سنتا رہا۔ جب اس نے کہا: ”سعید! سو جاؤ۔“ تو مجھے اس کی یہ بات بڑی اچھی لگی۔ میں نے رضائی کو پلینا اور آنکھیں بند کر لیں، مگر اتنے میں میرا ضمیر بیدار ہو گیا۔ دل روشن ہو گیا۔ میں نے فوراً شیطان کی بات کو دل سے نکال کر پھینک دیا۔ زور سے لاحول ولاقوۃ پڑھی۔ لاحول پڑھتے ہی شیطان ایسا بھاگا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ میں فوراً اٹھ بیٹھا اور کلہ طیبہ پڑھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ چھلانگ لگائی اور بستر سے باہر آ گیا۔ ☆

ماہ نامہ ہمدرد نو نہال (۲۱) اکتوبر ۲۰۱۸ عیسوی

ماہ نامہ ہمدرد نو نہال (۲۰) اکتوبر ۲۰۱۸ عیسوی



حکیم محمد سعید میموریل اسکالرشپ

محترمہ سعدیہ راشد اور محترم سید محمد ارسلان ایک طالب عالم کو چیک دیتے ہوئے

حکیم محمد سعید میموریل اسکالرشپ 2017-18ء کے لیے پاکستان کے 26 سرکاری تعلیمی بورڈ سے 2017ء کے سالانہ امتحانات میں امتیازی نمبروں سے میٹرک / انٹر پاس کرنے والے طلبہ سے درخواستیں طلب کرنے کے لیے ماہ نامہ ہمدرد نوںہال دسمبر 2017ء میں تفصیل شائع کی گئی تھی۔

اسکالرشپ کے لیے شرائط کے مطابق 202 طلبہ سے درخواست فارم وصول ہوئے۔ اسکالرشپ سلیکشن کمیٹی نے تمام درخواست فارم کی جانچ پڑتال کے بعد تمام طلبہ کو حکیم محمد سعید میموریل اسکالرشپ کے لیے قبول کر لیا ہے۔ درج ذیل طلبا کے لیے اسکالرشپ چیک جاری کیے گئے۔

135 میٹرک پاس طلبہ بحساب 25 ہزار روپے فی طالب علم

67 انٹر پاس طلبہ بحساب 50 ہزار روپے فی طالب علم

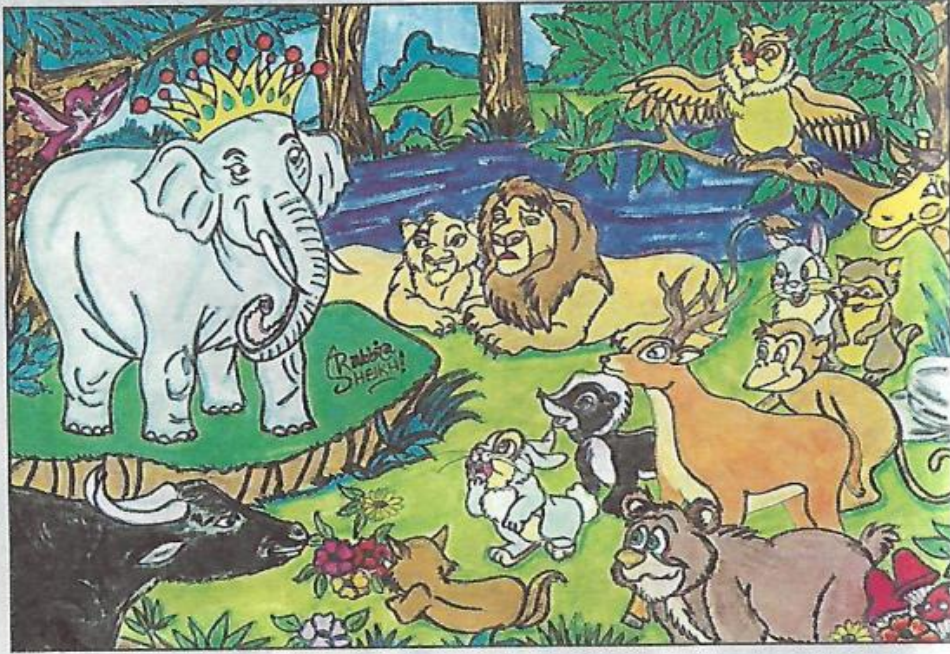
اسکالرشپ کے چیک اور اسناد کی تقسیم کے لیے ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کے مرکزی دفتر میں 11 اگست 2018ء کو ایک تقریب منعقد ہوئی، جس میں صدر ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ نے کراچی بورڈ کے 91 حاضر طلبہ میں اسکالرشپ کے چیک اور اسناد تقسیم کیں۔ دیگر بورڈز کے طلبہ کے چیک اور اسناد کوریز اور پاکستان پوسٹ آفس کے ذریعے طلبہ کے ہتھوں پر ارسال کر دیے گئے۔ حکیم محمد سعید میموریل اسکالرشپ بیچ نمبر 17 برائے سال 2018-19ء کی تفصیل ہمدرد نوںہال میں شائع کی جائے گی۔



Pororo Bandage



قدرت کا نظام



جنگل میں آج ایک غیر معمولی اجلاس جاری تھا۔ جنگل میں موجود دو شیروں کو جنگل بدر کرنے کی قرارداد پیش کی جا رہی تھی۔ راجا ہاتھی اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے حالات کا بغور جائزہ لے رہا تھا اور بڑے بڑے کانوں سے بہت توجہ سے سب کی بات سن رہا تھا۔ سب جانور اس بات پر متفق تھے کہ ان شیروں کو علاقے سے نکال دیا جائے، جن کی وجہ سے جنگل کا سکون غارت ہو کر رہ گیا تھا۔ جانور ٹھیک سے کھا سکتے تھے، نہ آرام سے پانی پینے پی سکتے تھے۔ پل بھر کے لیے غافل ہوئے اور شیران کی گردن دبوچنے کو

Hamdard

INSPIRED
BY NATURE

شربت فولاد

خون کی پیدائش میں اضافہ کرے، جسمانی کمزوری کو طاقت میں تبدیل کرے





آموجودہ ہوتے ہیں۔

اس تحریک نے تب زور پکڑا، جب شیروں کا تیسرا ساتھی بھینسوں کے ساتھ ایک جھڑپ میں مارا گیا۔ اسی وقت سے شیروں کے حوصلے بہت پست ہو گئے تھے۔ لنگڑا بارہ سنگھا جو شیروں کے لیے ایک آسان شکار ثابت ہو سکتا تھا، اس نے یہ بھانپ لیا تھا۔ جنگل کے دیگر جانوروں کو ساتھ ملا کر اس نے شیروں کے خلاف تحریک کا آغاز کر دیا۔ جنگل کا تقریباً ہر جانور ان کا ستایا ہوا تھا، اس لیے سب لنگڑے بارہ سنگھے کے ساتھ راجا ہاتھی کے پاس جا پہنچے تھے۔

سب جانوروں نے شیروں کو جنگل سے نکالنے کے حق میں ووٹ دے دیا۔ سیانا آلو جودن میں سوتا تھا اور رات کو جاگتا تھا، آج خلاف معمول اس اجلاس کو

ماہ نامہ ہمدرد نو نہال (۴۷) اکتوبر ۲۰۱۸ عیسوی

English

سر نہ کھجائیں..
Healthy ہو جائیں!

اصل کی پہچان
HOLOGRAPHIC PRINT

5 منٹ میں جوڑوں اور لیکھوں سے مکمل نجات

anilico SnScare

آج کھانے میں کیا ہے؟

سب کا
Favourite
Bake Parlor Bihari Boti Macaroni



consumers@bakeparlor.com www.bakeparlor.com + bakeparlor

دیکھنے کے لیے دن میں بھی جاگ رہا تھا۔ اس ساری کارروائی کو دیکھنے کے بعد اونگھتے ہوئے بولا: ”دوستو! بظاہر لگ تو یہ رہا ہے کہ ایسا فیصلہ کر کے تم نے عقل مندی کا ثبوت دیا ہے، مگر آنے والے وقت میں اس کے بھیا تک نتائج نکلیں گے۔ یاد رکھو! تم سب کی زندگی اور خوش حالی شیروں کے سبب ہے۔“

راجا ہاتھی نے بے اختیار اوپر دیکھا۔ آواز تو اسے صاف سنائی دے رہی تھی، مگر اُلو اسے کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

”سیانے اُلو! تم اپنی اس بے تکی بات کی وضاحت کر سکتے ہو؟“ راجا ہاتھی نے حیرت سے کہا۔

”راجاجی! آپ یہ جو اونچے اونچے درخت، پانی سے بھرے تالاب اور سرسبز پُراگا ہیں دیکھ رہے ہیں، یہ سب ان شیروں کی بدولت ہیں۔ اگر ان کو یہاں سے نکالا گیا تو یہ سب بھی کچھ ختم ہو جائے گا۔“

سیانے اُلو کی یہ بات سن کر سب نے اسے یوں دیکھا جیسے انھیں اُلو کی دماغی حالت پر شک ہو۔ شیر یہ سن کر حیران بھی ہوئے اور خوش بھی، کوئی تو ان کی وکالت کرنے والا موجود تھا۔ حال آنکہ ان کو بھی اس بات پر یقین نہیں آیا۔

لنگڑے بارہ سنگھے نے غصے سے سیانے اُلو کو گھورا اور بولا: ”تمہارا اس معاملے سے کوئی لینا دینا نہیں۔ شیر ہم زمین پر رہنے والوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ تم تو مزے سے درخت پر رہتے ہو۔ اس بات کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ تم ویسے ہی بے وقوف مشہور نہیں ہو۔ اتنی احمقانہ بات کوئی اُلو ہی کر سکتا ہے۔ سب جانتے ہیں، شیروں کے تو بس دو ہی کام

ہیں۔ سارا دن درختوں کے سائے میں پڑے رہنا اور جب بھوک لگے تو معصوم جانوروں کو اپنا لقمہ بنانا۔“

یہ سن کر اُنوں نے اپنی گول گول آنکھیں گھمائیں اور کہا: ”جناب! یہ قدرت کا نظام ہے۔ اللہ نے ہی شیروں کو نوکیلے دانت اور پنچے دیے ہیں۔ انھیں بے وجہ پیدا نہیں کیا گیا۔ نظام میں مداخلت تباہی کا باعث ہوگی اور.....“ مگر اُنوں کو اپنی بات پورا کرنے کا موقع نہ ملا۔

”تو کیا ہم انھیں اپنی گردنیں پیش کرتے رہیں۔“ درخت تلے کھڑے کالے بھینسے نے اپنی بھدی آواز میں اس کی بات کاٹی اور درخت کو اپنے طاقت ور سینگوں سے زوردار ٹکرماری۔ سیانا اُنوں کو ایک پتلی شاخ پر بیٹھا تھا، پر پھڑ پھڑا کر رہ گیا۔

آخر سب نے متحد ہو کر شیروں کو جنگل سے نکال دیا گیا۔ اب ہر طرف امن تھا، سلامتی تھی۔

چند مہینوں بعد جب خوب بارش ہوئی، تالاب پانی سے بھر گئے اور ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آنے لگا تو جانوروں کے دلوں میں سیانے اُنوں کی بات سن کر جو کھنکا پیدا ہو گیا تھا، وہ جاتا رہا۔

اب جانور مزے سے گھاس چرتے۔ اطمینان سے تالاب کے کنارے پانی پیتے۔ گھنے درختوں کی چھاؤں میں آرام کرتے۔ ہر ایک یہی سوچ رہا تھا، انھیں شیروں کو وہاں سے نکالنے کا فیصلہ بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا۔

پہلے شیروں کے خوف سے وہ کم پانی پیتے تھے، کیوں کہ اکثر اوقات وہ تالاب کے کنارے گھات لگا کر بیٹھ جاتے اور ان کو اپنا شکار بناتے۔ اس وجہ سے وہ گھاس بھی

کم کھاتے تھے کہ پیاس زیادہ نہ لگے۔ چوں کہ اب ایسا کوئی خدشہ نہیں تھا تو وہ پیٹ بھر کر گھاس چرتے اور خوب پانی پیتے۔ شکار ہو جانے کے ڈر کی وجہ سے وہ زیادہ دیر کہیں رکتے بھی نہیں تھے، تیزی سے آگے بڑھتے جاتے تھے، مگر اب وہ اطمینان سے ایک جگہ پڑے رہتے، جب گھاس اور پانی ختم ہوتا، تب ہی آگے جاتے۔

شیروں کی وجہ سے انھیں جھنڈ میں رہنا پڑتا۔ ہر جھنڈ کا ایک سردار ہوتا، جس کا ہر فیصلہ ماننا پڑتا۔ جو جانور سردار کا فیصلہ نہیں مانتا، اسے جھنڈ سے نکال باہر کیا جاتا اور اس کا مطلب موت ہوتا۔ اکیلے جانور کو شیر لمحوں میں شکار بنا لیتے۔ اب چوں کہ ایسا کوئی خوف نہیں تھا، تو جھنڈ میں رہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ جس کا جدھر جی چاہا، منہ اٹھا کر چل دیا۔ ان کی نسل میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔ خوراک کی کمی کی وجہ سے اب وہ ان

بھولوں پر بھی منہ مارنے لگے تھے، جن کے بارے میں ان کے بڑوں نے منع کیا تھا کہ یہ شہد کی مکھی کی امانت ہیں۔ شہد کی مکھی جنگل میں اڑتی پھرتی اور اس کی بدولت پودے بار آور ہوتے اور سرسبز و شاداب رہتے۔ ان پودوں کو دیکھ کر گھاس بھی خوب بڑھتی ہے۔ گھاس درختوں کی خوش حالی کا سبب تھی، جس میں کیڑے مکوڑے رہتے تھے۔ وہ زمین کو کھود کر نرم کرتے اور جب مر جاتے تو کھاد کا کام دیتے اور ان کے سبب درخت پھلتے پھولتے، لیکن اب کھانے کے لیے اور کچھ نہیں بچا تھا۔ جب پھول کم ہوئے تو شہد کی مکھیاں ہجرت کر کے دوسرے جنگل میں چلی گئیں۔ اس کا اثر دیگر پودوں پر پڑا، جو تیزی سے ختم ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر گھاس اُداس ہو گئی۔ اس میں پیلاہٹ اور سختی آنے لگی، کیڑوں کو بھی ہجرت کرنا پڑی اور درختوں کو جب کھاد نہ ملی تو وہ سوکھنے لگے۔

جانور اطمینان کے محض چار سال ہی گزار سکے تھے، جب اُن کی باتیں سچ ثابت ہونے لگیں۔ جنگل کی آبادی بہت بڑھ گئی۔ تالابوں کا سارا پانی ختم ہو گیا تھا۔ میدانوں میں مٹی اُڑنے لگی اور گھاس کا نام و نشان مٹ گیا۔ درخت ختم ہو چکے تھے، جس کی وجہ سے گرمی میں شدت آگئی تھی۔ آسمان پر بادل نمودار ہوئے۔ انھوں نے زمین پر جھانکا اور جنگل کو صحرا جان کر آگے بڑھ گئے۔ اب جانور ہر وقت ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ جنگل میں تین بڑے تالاب بچے تھے۔ ایک پر ہاتھیوں نے قبضہ کر لیا، ایک گینڈوں کے پاس تھا، تیسرے میں خوں خور اور یائی گھوڑے رہتے تھے۔

جانور بھوک اور پیاس سے مر رہے تھے۔ بھینسے جن میں سے ہر ایک نے اپنا الگ گروہ بنا لیا تھا۔ سارے جانور ایک مرتبہ پھر اکٹھا ہو رہے تھے۔ ایک رات انھوں نے ہاتھیوں پر حملہ کر دیا۔ ہاتھی جن کی تعداد محض دس تھی، بہت بہادری سے لڑے، مگر بھینسے فتح یاب ٹھہرے۔ انھوں نے تالاب پر قبضہ جمایا، مگر اس میں دو درجن کے قریب بھینسے بھی ہلاک ہوئے۔ اس تالاب کا پانی وہ ایک رات میں پی گئے۔ ان کا حوصلہ بہت بڑھ گیا تھا۔ اب ان کا اگلا نشانہ کم زور نظروں والے گینڈے تھے، مگر گینڈوں نے سمجھ داری دکھائی اور وہاں سے نقل مکانی کر گئے۔ اس تالاب کی آخری بوند پینے کے بعد بھینسوں کا لشکر دریائی گھوڑوں کی جانب بڑھا۔ اس تالاب کی خاص بات یہ تھی، وہاں لمبی گھاس اب بھی موجود تھی۔

دریائی گھوڑے کہیں غائب ہو گئے تھے۔ بھینسوں کی خوشی دیدنی تھی۔ لڑے بنا ہی انھوں نے دوسری کامیابی حاصل کر لی تھی۔ وہ کنارے پر کھڑے اپنے کھروں سے زمین

کھود کر فتح کا جشن منا رہے تھے، جب دریائی گھوڑے لمبی گھاس کے پیچھے سے نمودار ہوئے اور پوری قوت سے بھینسوں سے آنکرائے۔ بھینسے اُچھل اُچھل کر پانی میں گرنے لگے، جہاں ان کا استقبال کرنے کو تیز دانتوں والے سینکڑوں مگرچھ موجود تھے، جو ان کو گھسیٹ کر گہرے پانی میں لے گئے۔ کچھ دیر بعد تالاب میں ہر جانب بھینسوں کی لاشیں تیر رہی تھیں۔ دریائی گھوڑوں کو تالاب صاف کرنے میں دس دن لگ گئے۔

شیر پورے سال میں اتنے جانور شکار نہیں کرتے تھے، جتنے اب ایک دن میں مہر رہے تھے۔ کچھ عرصے بعد جنگل میں چند ہی جانور بچے تھے، ہر ایک بس اپنا پیٹ بھرنے کی فکر میں تھا۔ اتفاق ختم ہو گیا تھا، ہر ایک اپنی زندگی بچانے کی فکر میں لگا ہوا تھا۔ اُن یہ سب دیکھ کر پریشان تھا۔ وہ جانتا تھا، اب بچے کچھے جانوروں کا بھی خاتمہ ہو جائے گا، لیکن ایک دن جنگل میں اسے شیر کی دھاڑ سنائی دی اور وہ خوشی سے جھوم اُٹھا۔ جنگل کے جانور سراسیمگی کے عالم میں تیزی سے ایک جگہ اکٹھا ہو رہے تھے۔ صرف اُن جانتا تھا، یہ خوف اس جنگل کی خوش حالی کی ضمانت تھا۔

☆☆☆

ای۔ میل کے ذریعے سے

ای۔ میل کے ذریعے سے خط وغیرہ بھیجنے والے اپنی تحریر اردو (ان پیج نستعلیق) میں ٹائپ کر کے بھیجا

کریں اور ساتھ ہی ڈاک کا مکمل پتا اور ٹیلی فون نمبر بھی ضرور لکھیں، تاکہ جواب دینے اور رابطہ کرنے میں آسانی

ہو۔ اس کے بغیر ہمارے لیے جواب ممکن نہ ہوگا۔ hfp@hamdardfoundation.org

معلومات ہی معلومات

غلام حسین مین

درجات

جنت نیک انسانوں کے مرنے کے بعد ہمیشہ رہنے والے گھر کو کہا جاتا ہے۔ جنت کے آٹھ درجات ہیں۔ عدن، جنت الماوی، فردوس، نعم، دارالقرار، دارالخلد، دارالسلام اور دارالسُور۔ اس کے داروغہ کا نام رضوان ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی مشہور نظم ”جواب شکوہ“ میں یوں ذکر کیا ہے:

کچھ جو سمجھا میرے شکوے کو تو رضواں سمجھا

مجھ جنت سے نکالا ہوا انسان سمجھا

مرنے کے بعد بُرے لوگوں کو جہنم میں رکھا جائے گا، جہاں دہکتی ہوئی آگ ہوگی۔ اس کا ایک نام دوزخ بھی ہے۔ یہ آٹھ درجات میں تقسیم ہے: جہنم، سعیر، خطمہ، نطی، سقر، جحیم اور ہادیہ۔

نپولین

نپولین بونا پارٹ مشہور فرانسیسی جنرل تھا۔ وہ فرانس کا بادشاہ بھی رہا۔ وہ ۱۷۹۹ء میں پیدا ہوا۔ انقلاب فرانس کا ہیرو رہا۔ ۱۷۹۹ء میں فرانس کا قونصل اول بنا۔ ۱۸۰۴ء میں اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔ ۱۸۱۵ء وائٹلو کے میدان میں شکست کھائی اور ۱۸۲۱ء میں انتقال ہوا۔

سید سلمان ندوی مشہور عالم، ادیب اور مؤرخ تھے۔ اپنے استاد کی نام مکمل لکھی ”سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کو انھوں نے مکمل کیا۔ سید سلمان ندوی نے ہندستان کا نپولین ”ٹیپو سلطان“ کو کہا تھا۔ ٹیپو سلطان میسور کا عوامی حکمران تھا، جس کے خوف میں انگریز حکومت مبتلا تھی۔ ۱۷۹۹ء میں اس نے شہادت پائی۔ اس کا مشہور جملہ ہے: ”شیر کی ایک دن کی زندگی، گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے بہتر ہے۔“

کرکٹ کے اعزازات

پاکستانی کرکٹر حنیف محمد کو ”لگل ماسٹر“ کہا جاتا ہے۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۳۴ء کو جونا گڑھ میں پیدا ہونے والے اس کرکٹر نے فرسٹ کلاس کرکٹ میں سب سے زیادہ رنز بنائے۔ پاکستان کرکٹ ٹیم کے کپتان بھی رہے۔ ان کے دو چھوٹے بھائی صادق محمد اور مشتاق محمد بھی کرکٹر رہے۔

سر ڈونلڈ بریڈمین، آسٹریلیا کے کرکٹر تھے۔ انھوں نے کئی رکارڈ بنائے۔ مثلاً ٹیسٹ میچوں میں سب سے زیادہ رنز، ٹرپل سنچریاں، سب سے زیادہ ڈبل سنچریاں اور فرسٹ کلاس میں سنچریوں کی سنچریاں وغیرہ۔ وہ ”سر“ کا خطاب پائے جانے والے پہلے آسٹریلوی کھلاڑی تھے۔ انھیں رنز بنانے والی مشین بھی کہا جاتا ہے۔ ۲۰۰۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔

پاکستانی کرکٹر ظہیر عباس کو ”ایشین بریڈمین“ کہا جاتا ہے۔ ۲۴ جولائی ۱۹۴۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہونے والے اس کھلاڑی کو سب سے زیادہ رنز بنانے کی وجہ سے یہ

خطاب ملا۔ انھوں نے ٹیٹ میں بارہ سنجریاں بنا کر لعل ماسٹر حنیف محمد کا گیارہ سنجریوں کا رکارڈ توڑا۔

مشابہت والے پرندے

شتر مرغ (OSTRITCH) سب سے بڑا پرندہ ہے، جو افریقا اور جنوب مغربی ایشیا کے ریگستانوں یا کھلے میدانوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کا قد عموماً چھ تا آٹھ فیٹ ہوتا ہے۔

اسی سے ملتا جلتا جانور (EMU) ہے، جو آسٹریلیوی پرندہ ہے۔ قد شتر مرغ سے کچھ کم ہوتا ہے، مگر دوڑنے میں تیز ہے۔ اس کے پر بہت خوب صورت ہوتے ہیں۔ عورتیں انھیں پھولوں کی جگہ استعمال کرتی ہیں۔

ہم آواز مگر معنی مختلف

سوپ (SOUP) انگریزی میں بخنی یا شوربے کو کہتے ہیں۔ سردیوں میں عموماً مرغیوں کا سوپ جسمانی قوت کو بڑھانے اور سردی سے بچنے کے لیے خوب استعمال کیا جاتا ہے۔

سوپ ہندی میں چھاج، اناج پھکنے کے آلے یا پانی سینچنے کے ٹوکے کو کہتے ہیں۔

سلک (SILK) انگریزی میں ریشم یا ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں۔

سلک عربی کا لفظ بھی ہے۔ اس کے معنی دھاگا، لڑی، ہار، سلسلہ یا نظم کے ہیں۔

☆☆☆

پولو کا کھیل

رانا محمد شاہد

پولو، بادشاہوں کا کھیل کہلاتا ہے۔ یہ کھیل دنیا کے بہت سے ممالک میں مقبول ہے۔ اولمپکس میں بھی وقتاً فوقتاً یہ کھیل شامل رہا۔ اس کھیل کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ ایران کے لوگ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے ۵۰۰ برس پہلے یہ کھیل کھیلا کرتے تھے۔ بنیادی طور پر یہ ایرانی کھیل ہی ہے۔ وہاں کا حکمران خسرو پرویز بھی اس کھیل میں خاصی دل چسپی رکھتا تھا۔ ایران کے معروف شاعر فردوسی نے بھی اپنی شاعری میں اس کھیل کا خصوصی طور پر ذکر کیا۔ سیکڑوں برس قبل ایرانی بادشاہوں نے اس کھیل کو اپنے فوجیوں کی ورزش اور جسمانی مضبوطی برقرار رکھنے کے لیے کھیلنا شروع کیا۔ یہ کھیل دراصل ان کی فوجی تربیت کا حصہ تھا۔ بہت سے قبائل کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے جھگڑوں کا فیصلہ پولو گراؤنڈ میں کرتے تھے۔ مغل بادشاہ قطب الدین ایبک کا ۱۲۱۰ء میں چوگان یعنی پولو کھیلتے ہوئے ہی گھوڑے سے گر کر انتقال ہوا تھا۔

افغانستان میں اس سے ملتا جلتا کھیل انہی مقاصد کے لیے ایک لمبے عرصے تک کھیلا جاتا رہا۔ آہستہ آہستہ یہ ایشیا کا مقبول کھیل بن گیا۔ مغل حکمران اور نگزیب عالم گیر کے بارے میں یہ دل چسپ بات مشہور ہے کہ وہ اپنے فوجی کمانڈروں کا انتخاب پولو کے میدانوں سے کرتا تھا اور یہی وہ کمانڈوز تھے کہ جن سے اس نے ایک لمبے عرصے تک برصغیر پر حکومت کی۔

برطانوی دور میں انگریز اس کھیل کو برطانیہ لے گئے، جہاں پولو کے باقاعدہ

اصول وضابطے بنائے گئے۔ یعنی ایک وحشیانہ کھیل کو مہذب بنا دیا گیا۔ ماہرین، پولو کو عام کھیل نہیں سمجھتے۔ ان کے مطابق اس کھیل کی اپنی الگ دنیا اور الگ زبان ہے۔ پولو جسمانی پھرتی اور ذہانت کا حسین ملاپ ہے۔ شطرنج کی طرح پولو میں بھی تیزی سے فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ بظاہر یہ کھیل گھوڑے پر سوار ہو کر گیند کو لے کر بھاگنے کا نام ہے، مگر اصل میں حریف کی چالیں سمجھ کر انھیں ناکام بنانے کی حکمت عملی طے کرنا ہے۔

اس کھیل میں پھرتی اور ذہانت فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے۔ میدان میں دو ٹیمیں ایک دوسرے کے خلاف گول کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ہر ٹیم میں چار گھڑسوار کھلاڑی شامل ہوتے ہیں۔ ان کھلاڑیوں کی پوزیشن نمبروں کی ترتیب سے ہوتی ہے۔ نمبر ایک کھلاڑی حملہ آور ہوتا ہے اور گول کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کھلاڑی نمبر دو سخت سوار کہلاتا ہے اور گیند کے حصول کے لیے ہر وقت لڑائی کرتا ہے۔ کھلاڑی نمبر تین عموماً سب سے مضبوط کھلاڑی تصور کیا جاتا ہے۔ اسے ٹیم کا کوارٹر بیک بھی کہتے ہیں۔ کھلاڑی نمبر چار دفاعی پوزیشن سنبھالتا ہے اور حریف کھلاڑی کو گول کی طرف آنے سے روکتا ہے۔

ابتدا میں پولو کے لیے لکڑی کی گیند استعمال ہوتی تھی۔ اب پلاسٹک کی استعمال ہوتی ہے، جس پر چڑا چڑھا ہوتا ہے۔ گیند کو مارنے کے لیے کھلاڑی جو چھڑی استعمال کرتا ہے۔ اس کی لمبائی مختلف ہوتی ہے۔ یعنی اس کا انحصار گھوڑے کی اونچائی پر ہے۔ حفاظتی اقدامات کے طور پر اس کھیل میں شامل کھلاڑی ایک ہیلمٹ اور فیس گارڈ، گھوڑے پر زین اور کھلاڑیوں کے گھٹنوں کے لیے پیڈز استعمال کرتے ہیں۔ پولو کا کھیل عموماً چھ وقفوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر وقفے کا دورانیہ سات منٹ پر مشتمل ہوتا ہے۔ پولو کے کھیل

میں قواعد و ضوابط کی پابندی کے لیے دو امپائر اور ایک ریفری ہوتا ہے۔ فاول ہونے پر جرمانہ ہوتا ہے۔ عام طور پر گول سے ۳۰، ۴۰ یا ۶۰ گز (۲۷، ۳۴ یا ۵۵ میٹر) کی فوری ہٹ کو فاول قرار دیا جاتا ہے۔ کھلاڑی کے صحیح راستے سے گیند لے کر آنے پر امپائر مخالف کے کھلاڑی کی مداخلت کو بھی فاول قرار دیتے ہیں۔ اصولاً ہر کھلاڑی ایک سے دس گول کر سکتا ہے۔ دس گول مکمل کرنے والا کھلاڑی بہترین کھلاڑی قرار پاتا ہے۔ پولو کے اکثر مقابلوں میں رکاوٹوں کا مقابلہ بھی ہوتا ہے، جس میں دیکھنے والے خصوصی دل چسپی لیتے ہیں۔

پاکستان میں چھوٹے بڑے جاگیردار اور سرمایہ دار اس کھیل کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے منہجے اور نایاب گھوڑے مختلف ممالک سے منگوائے جاتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق پولو کے ایک گھوڑے کی قیمت ۵۰ لاکھ روپے تک ہوتی ہے۔ ان گھوڑوں کی خصوصی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ نہ صرف انھیں خصوصی خوراک دی جاتی ہے، بلکہ ان کی دیکھ بھال کے لیے تربیت یافتہ افراد کی مکمل ٹیم ملازم رکھی جاتی ہے۔ لاہور میں نوجوان کھلاڑیوں کی تربیت کے لیے پولو اکیڈمی کا قیام بھی عمل میں لایا جا چکا ہے۔ لاہور پولو کلب کے زیر اہتمام ہر سال ۲۰ سے زائد ٹورنامنٹس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

پولو کے سب سے بڑے مقابلے پاکستان کے علاقے ”شندور“ کے مقام پر ہوتے ہیں۔ یہ دنیا کا بلند ترین پولو میدان ہے۔ یہ سطح سمندر سے ۱۲۵۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ ان مقابلوں میں دنیا بھر سے نام ور کھلاڑی آتے ہیں۔ پولو کی وجہ سے اس علاقے کی شہرت ساری دنیا میں ہے۔

☆☆☆

معلومات افزا

سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں ۱۲ سوالوں کے سامنے تین ممکنہ جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک درست ہے۔ کم سے کم ۸ درست جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے تمام درست جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ایسے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکال کر ایک کتاب انعام دی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ ۸ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن ایک بڑے کاغذ پر چپکا کر اس طرح بھیجیں کہ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۸ء تک ہمیں مل جائیں۔ اپنا مکمل نام پتہ اردو میں بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین/کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

☆

۱..... وہ پیغمبر ہیں جو اللہ کے حکم سے ایک سو سال تک سوتے رہے۔

(حضرت دانیال - حضرت یوشع - حضرت عزیر)

۲ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں ۱۲ ہجری میں..... لڑی گئی تھی۔ (جنگ یمامہ - جنگ تبوک)

۳ پاک فوج کے کپٹن محمد سرور شہید نے ۲۷ جولائی..... کو شہادت پائی۔ (۱۹۶۵ء - ۱۹۷۱ء - ۱۹۷۲ء)

۴ مغربی پاکستان کے پہلے گورنر..... تھے۔ (چودھری محمد علی - آئی آئی چندر گپت - میاں مشتاق احمد گورمانی)

۵ ایسا عارضی فوجی علاقہ جو اصل شہر سے کچھ فاصلے پر بسایا جاتا ہے،..... کہلاتا ہے۔

(اشاف کالج - کیپ - چھاؤنی)

۶ ترکی کے شہر ازمیر کا پرانا نام..... تھا۔ (انگورہ - سرنا - قسطنطنیہ)

۷ نگرہ (ACCRA) جمہوریہ..... کا دارالحکومت ہے۔ (گھانا - گابون - مینی)

۸ مٹی کے برتن بنانے والے کھبار کو..... بھی کہا جاتا ہے۔ (بفال گر - چندری گر - کاری گر)

۹ دوسرے عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور نے ایرانی جرنیل..... کو ۱۳۸ ہجری میں قتل کر دیا تھا۔ (ابراہیم بن محمد - ابو مسلم خراسانی - اغلب)

۱۰ اردو زبان کی ایک کہاوت یہ ہے "کو اچلا..... کی چال، اپنی چال بھی بھول گیا۔" (مور - کیبوتر - انس)

۱۱ شیخ محمد ابراہیم، مشہور شاعر..... کا اصل نام ہے۔ (دویر - درد - ذوق)

۱۲ میر مہدی مجروح کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے

کیا ہماری نماز، کیا روزہ بخشش دینے کے..... بہانے ہیں (دو - سو - سنی)

کیا ہماری نماز، کیا روزہ بخشش دینے کے..... بہانے ہیں

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۷۴ (اکتوبر ۲۰۱۸ء)

نام :

پتا :

کوپن پر صاف صاف نام، پتہ لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) اس طرح بھیجیں کہ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۸ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات والے بڑے کاغذ پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلا عنوان انعامی کہانی (اکتوبر ۲۰۱۸ء)

عنوان :

نام :

پتا :

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۸ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔

نہایت ضروری: ہر کوپن الگ الگ بڑے سائز کے کاغذ پر لگائیے۔

ماہ نامہ ہمدرد نونہال ۶۱ اکتوبر ۲۰۱۸ء

ماہ نامہ ہمدرد نونہال ۶۰ اکتوبر ۲۰۱۸ء

خواب اور نصیحت

”بھابی! اچھی طرح سوچ لیں۔ اتنا بڑا قدم اٹھانا کوئی آسان بات نہیں۔ بہت بڑی ذمہ داری ہے اور پھر سارہ کے مزاج کو آپ سے بڑھ کر کون سمجھ سکتا ہے۔ یہ اپنے برابر کسی اور کو برداشت کر لے گی؟“

اپنا نام سن کر سارہ نے بے اختیار گردن گھمائی، امی اور نانکھ پھوسر جوڑے بیٹھی تھیں۔

”نانکھ! میں نے سب کچھ سوچ سمجھ کر ہی تم سے بات کی ہے۔ کئی دن سے میں اسی مسئلے پر سوچ رہی تھی، لیکن اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔“

سارہ سر جھٹک کر گڑیا کے گھر کو ترتیب سے سجانے لگی۔

”ٹھیک ہے، پھر میں ثاقب بھائی سے ضرور بات کروں گی۔ ان شاء اللہ وہ ہماری بات ضرور مان جائیں گے۔“ سارہ کی پھوپھی نانکھ نے اپنے تعاون کا یقین دلایا اور امی خوش ہو گئیں۔

نانکھ نے کہا: ”مجھے یقین تھا، تم ضرور میرا ساتھ دو گی۔“

اور پھر تیسرے دن سارہ کے امی ابو اور پھپھو، آمنہ کو اپنے گھر لے آئے۔

”سارہ بیٹی! ادھر آؤ!“ امی نے اسے بلایا۔ آواز میں ننھاس تھی۔

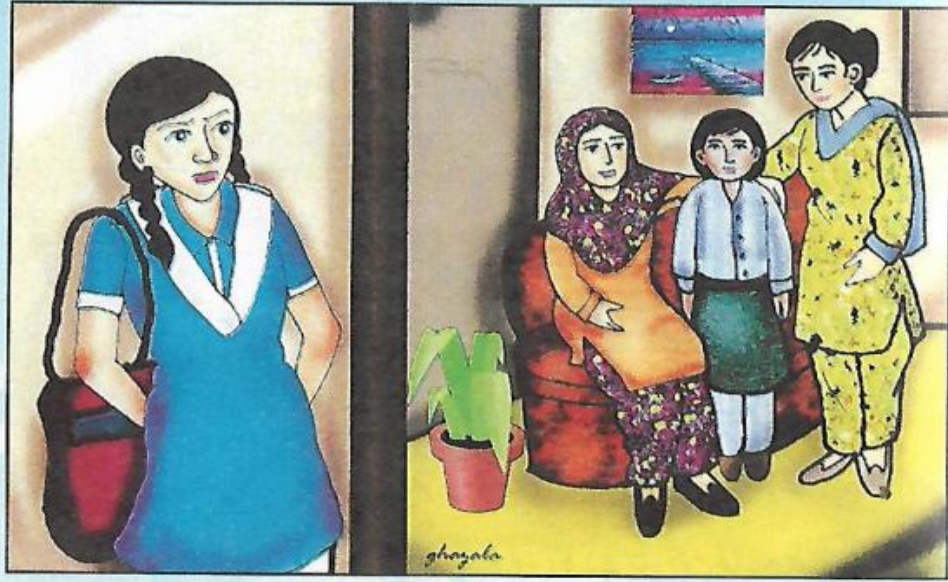
”سارہ بیٹی! یہ تمہاری بہن آمنہ ہے۔ اب یہ ہمارے ساتھ اسی گھر میں رہے گی۔“ امی نے سارہ کو پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔

”یہ..... یہ کالی کلوٹی میری بہن کیسے ہو گئی!“ سارہ نے یکدم کھڑے ہو کر کہا تو

نونہال ادب کی دل چسپ کتابیں

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کا شعبہ نونہال ادب نونہالوں کے لیے دل چسپ اور سبق آموز کہانیاں اور معلوماتی کتابیں شائع کرتا ہے۔ ان کی قیمتیں بہت کم رکھی جاتی ہیں۔ نونہال یہ کتابیں پڑھ کر ان سے سبق بھی حاصل کرتے ہیں۔ فرصت کے وقت مفید کتابیں پڑھیے اور معلومات بڑھائیے۔

نام کتاب	مصنف/مرتب	قیمت
قرآنی کہانی حضرت یوسف	پروفیسر نصیر احمد	۳۰ روپے
عربی زبان کے دس سبق	مولانا فضل القدیر ندوی	۷۵ روپے
اسلام کیسے شروع ہوا	عبدالواحد سندھی	۹۰ روپے
پیغام اسلام	پروفیسر کرم حیدری	۳۰ روپے
صحت اور درس گاہ	حکیم محمد سعید	۲۰ روپے
سہ سالہ جمہوریہ پاکستان مدینۃ الحکمہ میں	حکیم محمد سعید	۱۵ روپے
قائدہ صحت رنگین آرٹ پیپر	حکیم محمد سعید	۱۰۰ روپے
پلوں کی کہانی	فرید الدین احمد	۲۰ روپے
کمپیوٹر کیا ہے (سندھی)	حکیم نعیم الدین زبیری	۲۵ روپے
پھل بولتے ہیں	سید رشید الدین احمد	۱۷۵ روپے
کہاوتیں اور ان کی کہانیاں	اشرف صوبی دہلوی	۴۰ روپے
گندہ پانی	حکیم محمد سعید	۱۵ روپے
مکڑیاں	خضر نوشاہی	۲۰ روپے
دلیم درؤ زور تھ	حسن ذکی کاظمی	۳۵ روپے



یہ سنا تو سارہ جل کر رہ گئی: ”ہونہہ، یہ چڑیل میرے ساتھ اسکول جائے گی۔“
 آمنہ کے ابو کسی بیماری میں مبتلا ہو کر سال بھر پہلے چل بے تھے اور چند دن پہلے
 اس کی امی بھی فوت ہو گئی تھیں۔ یہ چار بہن بھائی تھے، جنھیں رشتے داروں نے آپس میں
 بانٹ لیا تھا۔

آمنہ کو سارہ کی امی لے آئی تھیں۔ سارہ سوچتی رہتی کہ اگر وہ یتیم تھی تو اس میں
 میرا کیا قصور! اس چڑیل نے آکر میری امی پر قبضہ کر لیا تھا۔ امی کی محبت میں حصہ دار
 بن گئی تھی۔ اس منفی سوچ کے باعث سارہ کو آمنہ سے چو ہو گئی تھی۔

”نالائق! احمق ہو تم۔“ کہتے کے ساتھ ہی ایک تماچا سارہ نے آمنہ کے منہ پر
 جڑ دیا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور چپکے چپکے رونے لگی۔ تماچے کی آواز

اس کی پھپھو اور امی ایک دوسرے کا منہ تکتے لگیں، جب کہ آمنہ کے چہرے پر کسی قسم کے
 کوئی تاثرات نہ تھے، وہ تو بس سارہ کو دیکھ کر جا رہی تھیں۔ سارہ منہ چڑا کر وہاں سے
 اٹھ گئی۔ امی، پھپھو کے سامنے شرمندہ سی ہو گئیں۔

”کوئی بات نہیں، میں جلد ہی اسے منالوں گی۔ بس ذرا ضدی طبیعت کی ہے۔“
 چلتے چلتے سارہ نے امی کی آواز سنی۔

رات کو امی، آمنہ کو سارہ کے کمرے میں لے آئیں۔ آمنہ سات سال کی ایک
 معصوم صورت بچی تھی۔ سارہ اس سے دو سال بڑی تھی۔ اس نے جب بھی آمنہ کا جائزہ
 لیا، اس کے چہرے پر بے چارگی سی چھائی نظر آئی۔ اسے بستر پر لٹا کر امی نے لحاف
 درست کیا اور پھر جاتے جاتے سارہ کا لحاف درست کرتے ہوئے اس کی پیشانی پر بوسہ
 دیا، لیکن سارہ سو تی بن گئی۔

دو دن گزرے، پھر چار دن اور پھر پورا ہفتہ گزر گیا۔ سارہ کی جھنجلاہٹ بڑھتی
 جا رہی تھی۔ امی، آمنہ کو اپنے ساتھ باتوں میں لگائے رکھتیں۔ آمنہ چھوٹے موٹے کام
 کرنے لگی تھی۔ اسے گھر کی ہر چیز کا پتا چل چکا تھا۔ جب سارہ اسکول سے گھر آتی تو آمنہ
 اس کا بیک اٹھا کر مقررہ جگہ پر رکھتی، پھر اس کے بے ترتیب پڑے جوتے ریک میں
 لگا دیتی۔ سارہ کو اسکول کے لیے تیار ہوتے ہوئے وہ شوق سے دیکھتی۔

”سارہ کے پانچویں کے امتحان ہو جائیں تو آمنہ کو بھی تیسری میں داخل کروادیں
 گے۔“ ایک دن سارہ کی امی نے شوہر سے کہا اور وہ ہاں میں سر ہلاتے ہوئے باہر
 نکل گئے۔

باورچی خانے تک پہنچی تھی، اس لیے امی فوراً ہی نکل آئیں۔

”میں اسے پڑھا رہی ہوں، مگر کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی۔“ سارہ نے اپنا بچاؤ کرتے ہوئے بہانہ کیا۔

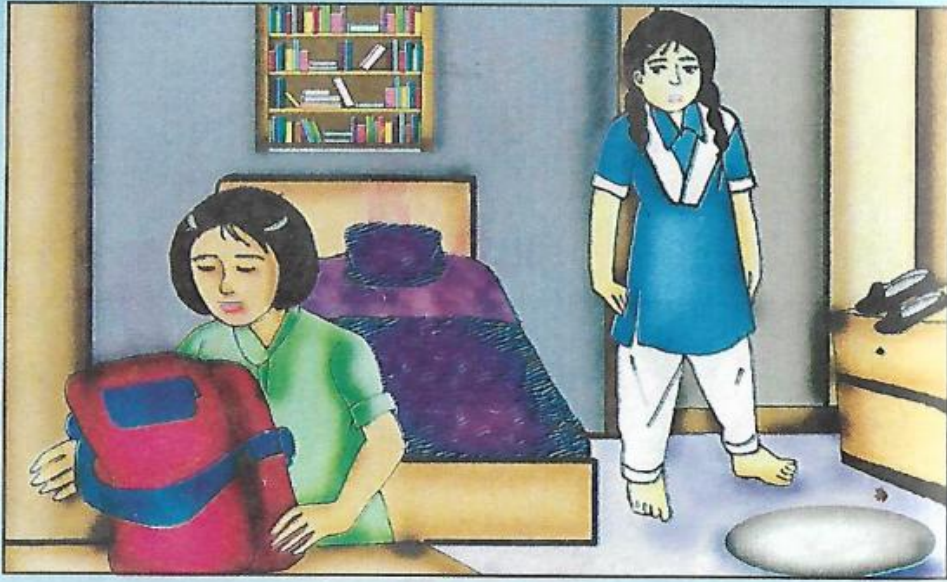
امی نے سسکیاں لیتی آمنہ کو خود سے چٹا لیا اور سارہ پر نظریں گاڑ دیں۔

”میری نیکی یوں ضائع نہ کرو سارہ!“ سارہ کی طرف دیکھ کر امی دکھ سے بولیں اور سارہ پیر پیٹتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ آمنہ کے لیے ان کی حمایت پر سارہ کا خون کھول رہا تھا۔ وہ غصے میں بستر پر جاگری اور تکیے میں منہ چھپا لیا۔

سارہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ ہر طرف انسان ہی انسان تھے، مگر سب اجنبی تھے۔ نہ سارہ کو کسی کی پہچان تھی اور نہ کسی کو سارہ کی۔ وہ ایک ایک کا منہ دیکھ رہی تھی کہ کوئی اپنا نظر آ جائے، لیکن کسی کو سارہ سے کوئی غرض نہ تھی۔ وہ گھبرانے لگی۔ اس ہجوم میں سارہ، امی ابو کی تلاش کرنے لگی۔ کبھی کسی کے پیچھے بھاگتی اور کبھی کسی کو آواز دیتی۔ قریب جا کر دیکھتی تو نہ اس کی امی ہوتیں نہ ابو۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سارہ کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ سب کے ہوتے ہوئے بھی تنہا ہونے کا احساس اسے پریشان کر رہا تھا۔

”امی..... امی! کہاں ہیں آپ؟ ابو جی کہاں ہیں؟“ سارہ روتے ہوئے چلانے

لگی: ”امی..... ابو.....“



”کیا ہوا میری بچی! سارہ بیٹی! ہم سب یہیں ہیں، تمہارے پاس۔“ امی ابو پاس کھڑے تھے۔

”نیند میں ڈر گئی ہے۔“ امی نے اسے اپنی گود میں اٹھاتے ہوئے کہا۔

سارہ خواب کے اثر سے باہر آئی تو اس نے آمنہ کو اپنے بستر پر بیٹھے پایا۔ وہ سارہ کو ہمدردی سے دیکھ رہی تھی، جیسے خواب میں ڈری ہوئی سارہ پر اسے ترس آ رہا ہو، آمنہ خاموش تھی، مگر ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سارہ کو تسلی دینا چاہتی ہو۔ سارہ نے اشارے سے اسے اپنے پاس بلایا اور محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اپنوں سے مچھڑنے کا غم کیا ہوتا ہے، اس خواب نے اسے سمجھا دیا تھا۔

☆

مچھلیوں کی دنیا

ظفر شمیم



گیند مچھلی

آبی حیوانات
میں ہڈیوں سے محروم
مخلوقات ۹۸ فی صد
ہیں۔ ان میں ہشت پاء،
صدف اور گھونگھے جیسی
نرم و نازک مخلوقات
شامل ہیں۔ صدفہ مچھلی

کے آٹھ لمبے بازو ہوتے ہیں۔ تصویر میں دکھائی دینے والی صدفہ کی ایک قسم پگلت اسکویڈ (PIGLET SQUID) ہے۔ جب کوئی شکار کرنے کی نیت سے اس پر حملہ کرنے لگے تو یہ سیکنڈوں میں اپنے جسم کے اندر ہوا بھر لیتی ہے اور گول ہو کر گیند کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ چکنی جلد اور فٹ بال جیسی گیند کی شکل میں خود کو ڈھال لینے کی وجہ سے یہ حملہ آور کی پکڑ سے اپنے آپ کو آسانی محفوظ کر لیتی ہے۔ حملہ آور کافی دیر تک کوشش کر کے تھک جا کر اس کے شکار کا ارادہ ترک کر دیتا ہے۔ ان کی بعض نسلیں پانی میں سیاہی جیسا مادہ پھینک کر ماحول کو گدلا کر کے فرار ہو جانے میں بڑی شہرت رکھتی ہیں۔ یہ صدفہ گیند مچھلی اپنی فٹ بال جیسی صورت کی بدولت صدفہ کی تمام نسلوں میں نمایاں پہچان رکھتی ہیں۔

EBH

The preferred brand of Winners.

EBH
Girls

EBH

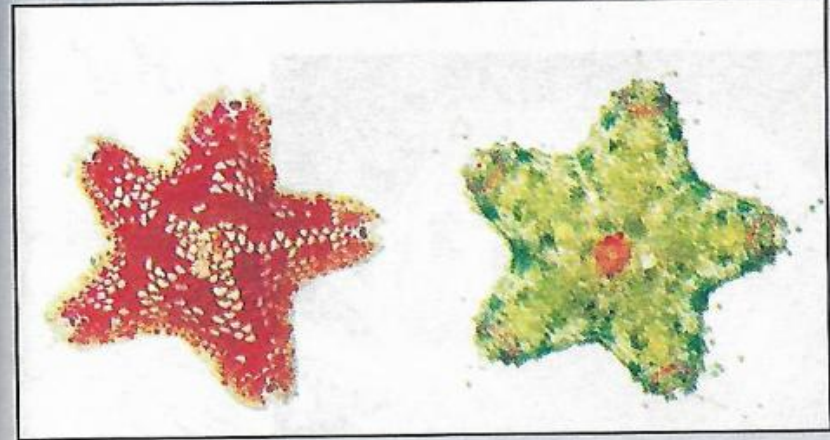
EBH
Boys

**ENGLISH
BOOT
HOUSE (Pvt) Ltd.**



گلابی ڈولفن

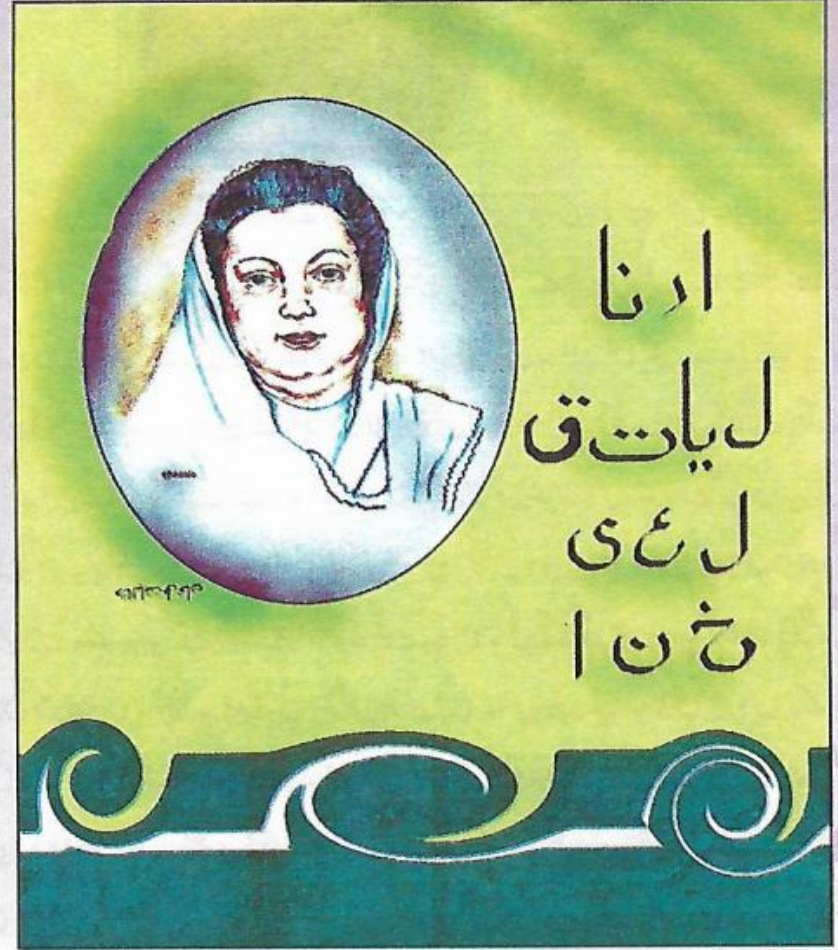
کرہ ارض پر ۸۷ لاکھ سے بھی زائد حیاتیاتی انواع موجود ہیں۔ ان میں سے صرف ۴۵ لاکھ کے لگ بھگ مخلوقات پر تحقیق کی گئی ہے۔ برازیل کے جنگلات میں روزانہ ڈو کی اوسط سے نئی مخلوقات دریافت ہو رہی ہیں۔ ان ہی میں سے ایک یہ گلابی ایمزون ڈولفن ہے۔ ماہرین کے مطابق ان کی کل تعداد صرف ایک ہزار کے لگ بھگ ہی ہے۔ اگر ان کے تحفظ کے لیے اقدامات نہ کیے گئے تو چند برسوں میں ڈولفن کی یہ نسل ختم ہو جائے گی۔ بالکل یہی خطرہ پاکستان کی انڈس ڈولفن (INDUS DOLPHIN) کو بھی درپیش ہے۔ یہ بھی ایک ہزار کے قریب ہی باقی رہ گئی ہیں۔ پاکستانی ڈولفن کی آنکھیں نہیں ہوتی، یعنی یہ پیدائشی اندھی ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے یہ ماہی گیروں کے جال میں پھنس کر اکثر ہلاک ہو جاتی ہیں۔ ڈولفن اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔ انسان کے بعد ڈولفن وہ واحد ممالیہ ہے، جسے بخار اور ہارٹ اٹیک جیسے عارضے لاحق ہو سکتے ہیں۔ ڈولفن ماں اپنے بچے کی حفاظت اپنی جان پر کھیل کر کرتی ہے۔ ڈولفن ہنسی، غم اور سنجیدگی کا اظہار بھی کرتی ہے۔



منہی
ستارہ
مچھلیاں

ستارہ مچھلی کو کرہ ارض پر سب سے پہلی ہڈی والی مخلوق ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ نمکین اور میٹھے دونوں طرح کے پانیوں میں ان کی لگ بھگ پانچ ہزار سے زائد قسمیں پائی جاتی ہیں۔ پانچ بازوؤں والی اس مخلوق کی آنکھیں بھی پانچ ہوتی ہیں۔ ان میں اعصابی نظام بھی موجود ہوتا ہے، جس کی مدد سے حرکت کرتی ہوئی یہ پانی کی تہ میں چٹانوں اور نباتات کے درمیان اپنی خوراک تلاش کرتی ہیں۔ اس منہی سرخ ستارہ مچھلی کا نام MERIDIASTRA RAPA ہے اور یہ محض 0.55 انچ کی ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ فرانس کے جزیرے موریا میں پائی جانے والی منہی سبز ستارہ مچھلی ہے، جو چٹانوں پر چپکی رہتی ہیں اور صرف 0.4 انچ کی جسامت کی ہوتی ہیں۔ یہ دوسرے مختلف رنگوں میں بھی ہوتی ہیں۔ ان مچھلیوں کے دم سے سمندروں، جھیلوں اور دریاؤں کی تہ میں رونق رہتی ہے۔

ذہنی ورزش



تصویر میں دیے گئے بے ترتیب حروف کو ترتیب دے کر پاکستان کی اس قابل قدر شخصیت کا نام معلوم کریں، جو سندھ کی پہلی خاتون گورنر تھیں۔

☆ ماہ نامہ ہمدرد نوں نہال (۷۲) اکتوبر ۲۰۱۸ عیسوی

قیمتی تحفہ

جدون ادیب

کچھ دنوں سے علی کارویہ عجیب سا ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے وہ اچھا بھلا تھا۔ ایک دن ٹی وی پر خبریں لگی ہوئی تھیں اور وہ بیٹھا اسکول کا کام کر رہا تھا۔

”ہونہ ہو، ٹی وی پر کوئی خبر ایسی آئی ہے، جس نے علی کے ذہن پر اثر کیا ہے۔“ جاوید صاحب کے ذہن میں یہ خیال بجلی کی سی تیزی سے آیا تھا۔ انھوں نے فوراً اہلیہ سے اظہار خیال کیا تو وہ بھی یک دم متفق ہو گئیں: ”ہاں واقعی، اسی وقت سے وہ پریشان ہے؟“ ”میرے ایک دوست ماہر نفسیات ہیں۔ خصوصاً بچوں کے مسائل کے ماہر ہیں۔ میرا خیال ہے ان سے بات کروں؟“ جاوید صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”علی کے ذہن پر بُرا اثر نہ پڑے، ساتویں جماعت میں ہے۔ کافی سمجھ دار ہے، دیکھ لیجیے گا۔“

جاوید صاحب نے اپنی اہلیہ کی تشویش کو محسوس کر لیا، مگر وہ علی کو اپنے دوست سے ملوانے کے بہانے لے گئے۔

وہ اپنے دوست سے سارا احوال پہلے ہی کہہ چکے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے غیر محسوس طریقے سے اس کے مسئلے پر بات کی اور جلد ہی اندازہ لگا لیا کہ وہ کسی بات کی وجہ سے پریشان ہے، مگر اپنی پریشانی کسی کو بتانا نہیں چاہتا۔

ڈاکٹر نے اس صورت حال سے جاوید صاحب کو آگاہ کر دیا اور مشورہ دیا کہ اس کا کوئی دوست ہے تو اس سے مدد لیں۔

ماہ نامہ ہمدرد نوں نہال (۷۳) اکتوبر ۲۰۱۸ عیسوی

علی کا سب سے بہترین دوست سلیم تھا، مگر اس سے کیسے بات کی جائے، یہ بھی ایک مسئلہ تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے علی کو پریشانی ہو۔

علی اب گم سم رہنے لگا تھا۔ اس کی صحت تیزی سے گر رہی تھی۔ کبھی کبھار وہ اپنی امی کو غور سے دیکھتا رہتا، وہ اس کی جانب دیکھتیں تو وہ دوسری جانب دیکھنے لگتا۔

ایک دن جاوید صاحب اسے اس کی پسندیدہ آنس کریم شاپ پر لے گئے اور باتوں باتوں میں کہا کہ اگر وہ کسی پریشانی میں مبتلا ہے تو وہ بتائے، تاکہ اس کی الجھن دور کی جاسکے، مگر اس نے انکار کر دیا کہ کوئی مسئلہ ہے۔

علی کی امی نے غور کیا تو ایک بات عجیب لگی کہ جب وہ باورچی خانے میں کچھ پکاتی ہیں تو علی ان کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ انھوں نے یہ بات ڈاکٹر صاحب کو بتائی۔ ڈاکٹر صاحب نے کچھ سوچ کر پچھلے دنوں کی خبریں انٹرنیٹ سے نکال کر سنیں، مگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔

وہ اتوار کا دن تھا۔ علی آج اٹھا تو بہت مطمئن لگ رہا تھا۔ جیسے وہ کسی پریشان کن مسئلے سے باہر آ گیا ہو۔ آج اس نے بھرپور ناشتا کیا۔ جاوید صاحب دوڑ لگانے گئے ہوئے تھے، وہ بھی لوٹ آئے۔ تب علی نے جاوید صاحب کو مخاطب کیا: ”پاپا! میں اگر ماما کو ایک تحفہ دوں تو آپ انھیں لینے دیں گے؟“

جاوید صاحب نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور بولے: ”ہاں۔“
اس کی امی بھی قریب بیٹھ گئیں۔ علی اپنی امی کی طرف مڑ کر بولا: ”اور امی! اگر میں کچن میں ایک کھوئی لگا دوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟“
”نہیں، بالکل بھی نہیں، مگر کیوں؟“ وہ فوراً بولیں۔

”آئیے، پہلے کھوئی لگاتے ہیں۔“ علی نے اپنی جیب سے ایک کھوئی نکالی، پھر ہتھوڑی لینے اسٹور میں چلا گیا۔

جاوید صاحب اور ان کی اہلیہ ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ دوسرے لمحے وہ لوٹ آیا۔ تینوں اکٹھے ہو کر باورچی خانے میں پہنچے۔ جاوید صاحب نے علی کی بتائی ہوئی جگہ پر کھوئی لگا دی۔

علی کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات تھے۔

امی نے آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوما اور پوچھا: ”یہ کیا ہے؟“
جاوید صاحب بھی خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

علی نے سر ہلایا اور بولا: ”پہلے میں آپ کو تحفہ دے لوں۔“ یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں گیا، ایک لفافہ لا کر اپنی امی کو دیا۔

لفافہ کھولا تو اندر سے ایک چھوٹا سا دوپٹا برآمد ہوا۔ وہ ہنس پڑیں، کیوں کہ دوپٹا بہت چھوٹا تھا۔

”اس کو میں اوڑھوں، یہ چھوٹا نہیں ہے؟“ آخر انھوں نے پوچھ لیا۔

علی مسکرایا اور بولا: ”آپ اسے ضرور اوڑھیں، مگر اس وقت جب آپ چولھے کے آگے کام کر رہی ہوں، تب آپ کا بڑا دوپٹا یا چادر اس کھوئی پر تنگی رہے گی۔“

”اور اس سے کیا ہوگا؟“ جاوید صاحب نے الجھن آمیز انداز میں پوچھا۔

اس سے یہ ہوگا کہ ماما کو کچن میں کبھی آگ لگنے کے خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔“ علی نے جذباتی لہجے میں کہا: ”گھروں میں آگ سے جلنے کے جتنے واقعات رونما

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیں اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

علم در پیچے

ہمارا پرچم

شاعر: فراست بخاری

پسند: شہر بانو محمود، انک سٹی

ہمارا پرچم ہے پیارا پرچم
چاند روشن، ستارہ پرچم
سبز ہے اور سفید بھی یہ
ہے پرچموں میں نیارا پرچم
حسین دل کش وطن ہے اپنا
دکھا رہا ہے نظارہ پرچم
اس پر قربان جان اپنی
ہماری آنکھوں کا تارا پرچم
عظمتوں کا نشان ہے یہ
دل لبھائے دل آرا پرچم
اپنے قائد کی ہے فراست
ہماری خوشیوں کا دھارا پرچم

قرآن کی عظمت

مرسلہ: عروج رانا، ٹیپالہ دوست محمد

۱۹۳۵ء میں جرمنی بڑا طاقت ور ملک

تھا ایک دفعہ انجیل کے تقریباً چالیس نسخے
وہاں کے پادریوں کے ہاتھ لگے۔ انھوں
نے پڑھ کر دیکھے تو سبھی نسخے ایک دوسرے
سے مختلف تھے۔ یہ دیکھ کر انھیں حیرانی ہوئی۔
پھر انھوں نے مشورہ کیا کہ مسلمانوں
کا قرآن پاک دیکھتے ہیں، اگر وہ بھی اسی
طرح تھا تو پھر یہ نسخے ٹھیک ہوں گے، ورنہ
غلط ہیں۔ انھوں نے چالیس کے بجائے
دنیا کے مختلف حصوں سے ستر ہزار قرآن
مجید اکٹھا کیے اور سالہا سال اس پر تحقیق
کرتے رہے، لیکن ایک زیر، زبر، پیش کی
بھی غلطی نہ نکال سکے۔

ہوتے ہیں، ان میں سے اکثر کی وجہ یہی دوپٹا ہوتا ہے۔ اب ایک کھونٹی لگا دی ہے، یہ چھوٹا
دوپٹا وہاں ہر وقت رہے گا، جب آپ کھانا بنا رہی ہوں گی تو اپنا دوپٹا وہاں رکھ کر یہ دوپٹا
اوڑھ لیں گی۔“

اب انھیں یاد آ گیا کہ اس دن ایک عورت کے جل جانے کی خبر ٹی وی پر دکھائی گئی تھی۔
اب علی کا مسئلہ واضح ہو گیا تھا اور اس نے خود ہی اس کا حل بھی نکال لیا تھا۔

”آج کے بچے تو ایسے ہی حساس ہوتے ہیں۔ ہمیں تو اس بات کا احساس ہی
نہیں تھا۔“ جاوید صاحب نے تعریفی نظروں سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
”اور کوئی بچہ اپنی ماں کو اس سے زیادہ قیمتی اور خوب صورت تحفہ نہیں دے سکتا۔“
امی نے علی کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

آخر بیٹا کس کا ہے۔“ جاوید صاحب فخریہ انداز میں بولے اور پھر تینوں مسکرانے لگے۔ ☆

تحریر بھیجنے والے نو نہال یاد رکھیں

☆ اپنی کہانی یا مضمون صاف صاف لکھیں اور اس کے پہلے صفحے پر اپنا نام اور اپنے شہر یا
گاؤں کا نام بھی صاف لکھیں۔ تحریر کے آخر میں اپنا نام پورا پتا اور فون نمبر بھی لکھیں۔ تحریر
کے ہر صفحے پر نمبر بھی ضرور لکھا کریں۔

☆ بہت سے نو نہال معلومات افزا اور بلا عنوان کہانی کے کوپن ایک ہی صفحے پر چپکا دیتے
ہیں۔ اس طرح ان کا ایک کوپن ضائع ہو جاتا ہے۔

☆ معلومات افزا کے صرف جوابات لکھا کریں۔ پورے سوالات لکھنے کی ضرورت
نہیں ہے۔ ☆

کراہت کا باعث

مرسلہ : منائل آصف، واہ کینٹ

بیکری پر ایک خاتون ایک پونڈ مکھن لیے ہوئے آئیں اور دکان دار سے بولیں: ”مجھے افسوس ہے کہ یہ مکھن مجھ سے زمین پر گر گیا ہے۔ میں نے اسے خوب اچھی طرح صاف کر لیا ہے، لیکن پھر بھی کراہت محسوس ہو رہی ہے۔ آپ براہ کرم اس کے بدلے مجھے دوسرا مکھن دے دیجیے۔ آپ یہ مکھن کسی اور کو بیچ دیجیے گا۔ آپ کا نقصان بھی نہ ہوگا۔ جو شخص اسے خریدے گا، اسے پتہ نہیں چلے گا، کیوں کہ جس چیز کے بارے میں پتہ نہ ہو، وہ کراہت کا باعث نہیں ہوگی۔“

دکان دار نے سر جھکا کر کہا: ”کوئی بات نہیں خاتون! میں ابھی تبدیل کر دیتا ہوں۔“ مکھن لے کر وہ دکان کے اندرونی حصے

میں گیا اور مکھن کا پرانا رپر تبدیل کر کے نیا لپیٹ دیا، پھر اسی مکھن کو خاتون کے حوالے کر دیا۔ خاتون شکریہ ادا کر کے چلی گئی۔

دکان دار نے مسکرا کر خود سے کہا:

”واقعی جس چیز کے بارے میں علم نہ ہو، وہ کراہت کا باعث نہیں ہوتی۔“

جغرافیائی معلومات

مرسلہ : محمد ارسلان صدیقی، کراچی

☆ دیوار چین ۲۰ سے ۵۰ فیٹ اونچی اور ۱۵ سے ۳۰ فیٹ چوڑی ہے۔ اس دیوار میں ہر تین سو فیٹ کے بعد پہرہ دینے والے سپاہیوں کے لیے ایک مینار (واج ٹاور) بنایا گیا ہے۔ کل میناروں کی تعداد پندرہ ہزار سے زیادہ ہے۔

☆ دنیا میں موجود میٹھے پانی کی سب سے بڑی جھیل کا نام ”سپر بئر“ ہے۔ یہ کینیڈا میں واقع ہے۔

☆ دنیا کی سب سے گہری جھیل کا نام ”بیکال“ ہے۔ یہ سائبیریا میں واقع ہے۔ جس کی گہرائی ۱۹۴۰ میٹر ہے۔

☆ دنیا کی سب سے اونچی پانی کی آبشار ”انجیل“ جنوب مشرقی وینزویلا میں واقع ہے۔ اس کی اونچائی ۹۷۹ میٹر ہے۔

پیارا وطن

شاعر : عاصی کرنالی

پسند : میمونہ محمد صدیق، جگہ نامعلوم
چمن ہوں چاند جیسے، کھیتیاں ہوں کھکشاں جیسی
زمین اپنے وطن کی ہو الہی! آسمان جیسی
وطن کا ذرہ ذرہ رنگ و شادابی کی دنیا ہو
اُجالا ہو سحر جیسا، فضا ہو گلستاں جیسی
وطن کی روشنی سے ساری دنیا جگمگا اٹھے
چمک ہو اس کی پیشانی پر مہر ضوفاں جیسی
مسافریوں چھوٹیں منزل کو، جیسے موج ساحل کو
ہمارے پاؤں کی رفتار ہو آب رواں جیسی
وہ ہمت دے کریں اس کی حفاظت ہم مل وجہ سے
ہو یہ خطہ ہم کو دل جیسا، یہ دھرتی ہم کو جاں جیسی

سائنسی معلومات

مرسلہ : کول فاطمہ اللہ بخش، لیاری

☆ انسانی آنکھ ایک کروڑ مختلف رنگوں کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

☆ ناک ۴۰۰۰ خوشبوؤں کو سونگھ کر ان میں تمیز کر سکتی ہے۔

☆ زبان ۹۰۰۰ ذائقوں میں تمیز کر سکتی ہے۔

☆ انسانی جلد جسم کا وہ حصہ ہے جو سردی، گرمی، دباؤ اور درد کو محسوس کر سکتی ہے۔

☆ انسانی آنکھ ایک دن میں ۲۰۰۰۰ بار جھپکتی ہے۔

☆ ایک دن میں ۸۰ سے ۱۰۰ تک انسانی بال جھڑتے ہیں۔

☆ ورزش کے دوران انسانی دل ۱۵۰ بار فی منٹ کے حساب سے دھڑکتا ہے۔

دوراندیشی

مصنف : سعید نخت

مرسلہ : پرویز حسین، کراچی

ایک شخص کے گھر اس کا دوست مہمان بن کر آیا۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو میزبان نے اپنی بیگم سے پوچھا: ”کیا پکایا ہے؟“

اس پر بیگم نے جواب میں کہا: ”خاک پکایا ہے۔“

جب کھانا آیا تو دوست نے دیکھا کہ گوشت پکا ہوا ہے۔ میزبان نے اپنے دوست کی حیرت کو بھانپتے ہوئے کہا: ”اگر خاک کو اُلٹا پڑھیں تو کاغذ بنتا ہے۔ جس

خاص کام غلام محی الدین ترک

ماہین دیر سے اپنے دونوں بھائیوں کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ اب تک گھر نہیں لوٹے تھے۔ جب اس کا انتظار طویل ہو گیا تو وہ اپنی امی کے پاس آئی اور بولی: ”امی! بھائی اب تک کیوں نہیں آئے؟“

”بیٹا! انھیں ایک خاص کام مکمل کرنا ہے، بس کچھ ہی دیر میں آنے والے ہوں گے۔“ امی نے اسے پیار کرتے ہوئے جواب دیا۔

ماہین کی نظریں دروازے پر ہی لگی ہوئی تھیں۔ اسے نیند آنے لگی اور آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

یہ ایک چھوٹا سا گھر انہ تھا، جہاں ماہین اپنی امی اور دو بھائیوں راشد اور عمران کے ساتھ رہتی تھی۔ ان کے ابو کا انتقال ہو چکا تھا، اس لیے گھر کی ذمہ داری دونوں بھائیوں پر آن پڑی تھی۔ دونوں بھائی بہت محنتی تھے اور گھر بھر کا بوجھ انھوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ دونوں جب کام پر سے واپس آتے تو ماہین کو سیر کرانے ایک قریبی پارک لے جاتے، جہاں کئی جھولے بھی لگے ہوئے تھے۔ ماہین ان جھولوں پر جھولا کرتی۔ جب اس کا دل بھر جاتا تو وہ گھر کی راہ لیتے۔

راشد اور عمران جب گھر میں داخل ہوئے تو ماہین سو چکی تھی۔ ان کے پاؤں مٹی سے اٹے ہوئے تھے۔ چہروں سے بھی تھکاوٹ ظاہر ہو رہی تھی۔ انھوں نے ماہین کو سوتے ہوئے پایا تو اُداس ہو گئے۔

کے معنی فارسی زبان میں محل کے ہیں اور اگر محل کو الٹا پڑھیں تو محل بنتا ہے۔ جس کے معنی عربی میں گوشت کے ہیں۔ اس طرح میری بیگم کا مطلب خاک سے گوشت ہی تھا۔“

فردوسی نے کہا

انتخاب : محمد عبدالحامض، کراچی

”دنیا میں عقل تو بہت ہے، لیکن یہ ساری عقل کسی ایک شخص کے پاس نہیں، بلکہ تھوڑی تھوڑی ہر شخص کے پاس ہے۔ بس اجتماعی فائدے کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ عقل مندوں کا ایک گروہ ایک جگہ جمع ہو جائے۔“

بابا اسکول

مرسلہ : تحریم خان، نارتھ کراچی

بینکاک کے شمال میں ۸۰ کلومیٹر دور تھائی لینڈ کا صوبہ ”فرا تا خون سی او تھایا“ ہے۔ تھائی لینڈ کی حکومت نے یہاں کی ایک ڈسٹرکٹ میں ایک دل چسپ تجربہ کیا ہے۔ حکومت نے یہاں بزرگوں کا پہلا اسکول قائم کر دیا ہے۔ اس اسکول میں

صرف ساٹھ سال سے زیادہ عمر کے لوگوں کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ تمام بزرگ طالب علم باقاعدہ یونی فارم پہن کر، بستہ لے کر اور اسکول بس میں بیٹھ کر اسکول آتے ہیں۔ یہ اسکول تنہائی اور بے کاری کے شکار بزرگوں کے لیے جنت ہے۔

قابلی غور

مرسلہ : رانا کامران، بلدیہ ٹاؤن، کراچی

☆ وقت اور سمجھ ایک ساتھ خوش قسمت لوگوں کو ملتے ہیں، کیوں کہ اکثر وقت پر بات سمجھ میں نہیں آتی اور سمجھ میں آنے تک وقت نہیں رہتا۔

☆ پرندے اپنے پاؤں اور انسان اپنی زبان کی وجہ سے جال میں پھنستے ہیں۔

☆ گفتگو میں نرمی اختیار کرو، کیوں کہ لہجے کا اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔

☆ لوگوں کے خوف سے حق بات کہنے سے نہ رو، کیوں کہ نہ تو کوئی موت کو قریب کر سکتا ہے اور نہ کوئی رزق کو دور کر سکتا ہے۔

☆☆☆

”آج ہم اسے پارک میں نہیں لے جاسکے۔“ راشد کے لہجے میں افسردگی تھی۔

”آج ہم اتنی دیر سے جو آئے ہیں۔“ عمران نے کہا تو راشد نے سر ہلا دیا۔

اگلی صبح ماہین کی آنکھ کھلی تو دونوں بھائی اسے نظر نہ آئے۔ وہ امی کے پاس آئی۔

”امی! بھائی کہاں ہیں؟“ اس نے رونی صورت بنا کر پوچھا۔

”بیٹا! وہ تو صبح سویرے ہی کام پر جا چکے ہیں۔“ امی نے جواب دیا۔

”مگر اتنی جلدی، وہ تو دیر سے کام پر جاتے ہیں نا؟“ ماہین نے معصومیت سے

سوال کیا۔

”بیٹا! میں نے کل کہا تھا نا، انھیں ایک خاص کام مکمل کرنا ہے، شاید اسی لیے وہ

جلد چلے گئے ہیں۔“ امی نے جواب دیا۔

امی کا جواب سن کر وہ افسردہ ہو گئی۔ اس نے ٹھیک طرح سے ناشتا نہیں کیا۔

اسکول میں وقفے کے دوران بھی اسے بھائیوں کا خیال آتا رہا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ

دوڑ کر اس جگہ پہنچ جائے، جہاں اس کے بھائی کام کرتے تھے، مگر یہ اس کے لیے ممکن نہیں

تھا۔ اب اسے شدت سے شام کا انتظار تھا۔ بھائیوں کا انتظار کرتے کرتے دوپہر سے

شام اور پھر رات ہونے لگی، وہ اب تک نہیں لوٹے تھے۔ انتظار کرتے کرتے وہ آج بھی

نیند کی وادیوں میں کھو گئی۔ اب تو روز یہی ہونے لگا۔ دونوں بھائی اس کے اٹھنے سے پہلے

کام پر روانہ ہو جاتے اور جب گھر واپس آتے تو ماہین انتظار کر کے سوچکی ہوتی۔

ایک دن جب ماہین اسکول جانے لگی تو جاتے ہوئے بولی: ”امی! کیا بھائی مجھ

سے ناراض ہو گئے ہیں، کئی دنوں سے مجھے پارک بھی نہیں لے گئے۔“

امی نے اس کی آنکھوں میں نمی تیرتے دیکھی تو ان کا دل تڑپ کر رہ گیا۔

”بیٹا! ایسی بات نہیں، چند دنوں کی بات ہے، یہ دن تو جلدی ہی گزر جائیں

گے۔“ امی نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا۔ ان کی بات سن کر ماہین کے دل کو تسلی ہوئی۔

کل اتوار تھا، ماہین اسکول سے واپس آئی تو کھانا کھا کر رات تک سوئی رہی۔

رات میں وہ جاگ رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ ماہین نے بھاگ کر دروازہ

کھولا۔ دونوں بھائیوں نے اسے حیرت سے دیکھا۔ اچانک ہی اس کی نظریں دونوں کے

پیروں پر پڑیں۔ ان کے پاؤں اور چپل گرد آلود ہو چکے تھے۔

اس نے سوچا: ”بھائی تو صاف ستھرے رہتے ہیں، پھر ان کے پاؤں اور چپلوں پر

مٹی کیسی؟“

”ماہین! یہاں آؤ۔“ امی نے اسے آواز دی اور وہ دوڑی چلی آئی۔

”کل ہم پارک جائیں گے، ابھی تم سو جاؤ۔“ امی نے اسے زبردستی سلا دیا۔

ماہین سو کر اٹھی تو دونوں بھائی موجود نہیں تھے۔ وہ جلدی سے امی کے پاس آئی۔

وہ اسے دیکھتے ہی بولیں: ”بیٹا! تمہارے بھائیوں کا وہ خاص کام مکمل ہونے ہی والا ہے،

اس لیے وہ آج بھی کام پر گئے ہیں۔“

یہ سن کر ماہین اُداس ہو گئی۔ امی نے اس کی اُداسی دیکھی تو اسے پارک لے گئیں۔ کئی

دنوں بعد اسے جھولا جھولنے سے اس کی طبیعت بہل گئی۔ صبح جب وہ اسکول گئی تو استانی نے

بتایا کہ کل ہم سب چڑیا گھر کی سیر کرنے جا رہے ہیں، اس لیے آپ سب اپنے امی ابو کو

بتادیں کہ کل واپسی دیر سے ہوگی۔ ماہین چڑیا گھر کی سیر کی سن کر بڑی خوش ہوئی۔ اس خوشی



نخنہ مزاح نگار

ہنسی گھر



😊 ایک بچہ بال کٹوانے گیا اور نائی سے کہا: "لوگ جمع ہو گئے۔ ان کو تسلی دی اور پوچھا: "کیا بھائی! بال چھوٹے کر دیں۔"
 نائی نے پوچھا: "کتنے چھوٹے کروں؟"
 بچے نے کہا: "بس اتنے چھوٹے کر دیں کہ ابا کے ہاتھ میں نہ آئیں۔"
مرسلہ: محمد حبیب عباسی، سکھر
 😊 بھکاری: "بابو جی! ایک ریپا دیتے جاؤ۔"
 آدمی: "بھیک مانتے ہوئے تھیں شرم نہیں آئی! میرے دفتر میں کام کرو تو پانچ سو روپے روز دوں گا۔"
 بھکاری: "تم میرے ساتھ کام کرو تو میں ایک ہزار روپے روز دوں گا۔"
مرسلہ: شائل ناظم الدین، کراچی
 😊 ایک آدمی تیزی سے سڑک پر بھاگا جا رہا تھا۔ دوسرا آدمی اس کا پیچھا کر رہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: "پکڑو، پکڑو جانے پائے۔"
 آگے والا آدمی گزرتی ہوئی ایک بس میں سوار ہو گیا۔ پیچھے رہ جانے والے شخص کے پاس مالک مکان: "آپ ٹھیک سمجھے تھے، میں کرائے دار: "میں بھی کو شریف انسان سمجھتا تھا۔"
مرسلہ: سعد شاہد قریشی، گولیمار
 😊 کرائے دار سے مالک مکان کا جھگڑا ہو گیا۔ مالک مکان: "میں تو آپ کو شریف آدمی سمجھتا تھا۔"
 کرائے دار: "میں بھی کو شریف انسان سمجھتا تھا۔"
 مالک مکان: "آپ ٹھیک سمجھے تھے، میں

میں وہ جلد ہی سو گئی۔ اگلے دن اسکول اسمبلی کے بعد سب بچوں کو چڑیا گھر لے جایا گیا۔
 شام تک چڑیا گھر میں سیر و تفریح کے بعد جب بچوں کا جی بھر گیا تو استانیوں نے انھیں وین میں بیٹھنے کی ہدایت کی۔ ان کے بیٹھنے کے بعد وین روانہ ہوئی۔ گاڑیوں کے ہجوم کی وجہ سے وین آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ شام سے اب رات ہو چکی تھی۔ کئی بچے وین میں ہی سو چکے تھے۔ ماہین کو بھی نیند آ رہی تھی کہ اچانک ہی اسے دونوں بھائی نظر آئے۔ وہ دونوں پیدل تھے، شاید سستانے کے لیے رک گئے تھے۔
 اچانک اس کے کان میں آواز آئی: "اگر ہم ایک ماہ سے پیدل چلنے کے عادی نہ ہوتے تو دوسروں کی طرح ٹریفک میں پھنسے ہوتے۔" یہ اس کے بھائی عمران کی آواز تھی۔
 "ہاں بھائی! ہم نے پیدل چل کر کافی پیسے بچا لیے ہیں اور ہمیں چھٹی والے دن کام کرنے کے پیسے بھی مل جائیں گے۔ اس طرح ہم اپنی پیاری بہن ماہین کی سال گرہ پر اس کی پسند کا تحفہ ضرور خرید سکیں گے۔" راشد نے کہا اور اپنے قدم تیزی سے آگے بڑھائے۔
 ماہین نے جب ان کی باتیں سنیں تو اس کی نیند غائب ہو گئی۔ اسے یاد آیا کہ ایک ماہ پہلے اس نے دونوں سے ایک منہگے تحفہ کی فرمائش کی تھی۔
 "آف، میری فرمائش پوری کرنے کے لیے بھائیوں نے اتنی تکلیف اٹھائی۔ تو یہی وہ خاص کام تھا، جس کے بارے میں امی نے بتایا تھا۔"
 اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ اسے بھائیوں کی قربانی کا اندازہ ہو چکا تھا۔ اسے اپنے بھائیوں پر فخر تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اب وہ بھائیوں سے کوئی فرمائش نہیں کرے گی۔

☆

ہی غلطی پر تھا۔“

مرسلہ : انعام منصور، لیاقت آباد

😊 ایک کالی جلد والے شخص نے اپنے دوست سے کہا: ”اگر میں پیپلے پینٹ کوٹ میں، پیلا ہیٹ لگا کر پیلا کار میں سفر کروں تو کیسا لگوں گا۔۔۔۔۔“

روست جلدی سے بولا: ”کڑھی کی پتلی میں جلا ہوا پکوڑا۔“

مرسلہ : سائمنہ صلاح الدین، کراچی

😊 ایک آدمی مسجد میں دعا کر رہا تھا: ”یا اللہ! میرے کار بار میں برکت عطا فرما۔“

پیچھے سے آواز آئی: ”کوئی بھی آمین نہ بولے، ورنہ لوگ جلدی جلدی مریں گے۔ یہ کفن بیچتا ہے۔“

مرسلہ : حسان طارق الہی، کراچی

😊 ایک غائب دماغ پروفیسر رات دیر سے گھر آئے۔ بیوی نے پوچھا: ”آپ کی کار کہاں ہے؟“

پروفیسر کہنے لگے: ”کار؟ راستے میں کسی نے مجھ سے لفٹ مانگ لی تھی۔ گلی کے کونے پر آ کر میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور گھر آ گیا۔“

مرسلہ : عمامہ رحمن، حیدر آباد

😊 استاد: ”تم دونوں گے بھائیوں نے

اپنے والد کا نام مختلف کیوں لکھا ہے؟“

ایک بھائی نے معصومیت سے جواب دیا: ”اگر ایک جیسے لکھ دیتے تو آپ کہتے کہ ہم نے نقل کی ہے۔“

مرسلہ : منیان خالد، کراچی

😊 مریض، ڈاکٹر سے: ”ڈاکٹر صاحب! میں بہت گھبرا رہا ہوں۔ یہ میرا پہلا آپریشن ہے۔“

ڈاکٹر: ”میں خود بہت گھبرا رہا ہوں، میرا بھی یہ پہلا آپریشن ہے۔“

مرسلہ : ایان فیصل، نارتھ کراچی

😊 منج نے چور کو سمجھاتے ہوئے کہا: ”آخر تنہیں چوری کرنے میں کیا ملتا ہے، بدنامی کے سوا؟“

چور: ”آپ سے ملنے کا موقع ملتا ہے، بس اسی لیے چوری کرتا ہوں۔“

مرسلہ : ام ہانی خرم، کورنگی

😊 حکمہ ڈاک کا ملازم اپنی تیس سالہ سروس کے بعد ریٹائر ہوا تو الوداعی تقریب کے اختتام پر اس کے انفرنے پوچھا: ”ہاں! تو بتاؤ کہ ہمارے ساتھ اتنے سال کام کر کے تم نے کیا تجربہ حاصل کیا؟“

ملازم نے جواب دیا: ”تجربہ تو بہت حاصل کیا ہے؟ بس آپ سے گزارش ہے کہ کبھی میری پینشن کی رقم بذریعہ ڈاک مت روانہ کیجیے گا۔“

مرسلہ : محمد عمر بن عبدالرشید، کراچی

😊 ایک چڑی مار پاگل ہو گیا۔ ہر وقت کہتا تھا: ”غلیل بناؤ گا، چڑیا ماروں گا۔“

لوگ اس کو پاگلوں کے ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ بہت دنوں تک علاج ہوتا رہا۔ ایک ڈاکٹر نے اس سے کہا: ”تم ٹھیک ہو گئے ہو، اب کیا کرو گے؟“

پاگل: ”شادی کروں گا، نوکری ڈھونڈوں گا، گھر بساؤں گا۔“

ڈاکٹر: ”ویری ٹاکس..... پھر کیا کرو گے؟“

پاگل: ”بچوں کو اچھے اسکول میں بھیجوں گا۔ ان کی سال گرہ کروں گا، نیکر اور پاجامے تحفے میں آئیں گے۔“

ڈاکٹر: ”گڈ..... گڈ..... پھر؟“

پاگل: ”ان کی نیکر سے لاسٹک نکالوں گا۔ غلیل بناؤں گا، چڑیا ماروں گا۔“

مرسلہ : شہر بانو محمود، انک شہ

😊 ایک وکیل نے باتوں کے دوران اپنے موکل کو بتایا: ”لڑکپن کی خواہشات بڑی عجیب ہوتی ہیں۔ ایک ناول پڑھ کر میری سب سے بڑی خواہش تھی کہ میں ایک بڑا ڈاکو بنوں۔“

موکل نے کہا: ”جناب! آپ بڑے خوش نصیب ہیں، ورنہ ہر ایک کی خواہش کہاں پوری ہوتی ہے۔“

مرسلہ : سندس خرم، غریب آباد

😊 دو کار باری آدمی ساحل سمندر پر تفریح کر رہے تھے۔ ایک نے دوسرے کو بتایا: ”پچھلے سال میری فیکٹری میں آگ لگ گئی تو مجھے انشورنس کمپنی نے پچاس لاکھ روپے ادا کیے۔“

دوسرے نے کہا: ”میرے ساتھ بھی ایسا واقعہ ہو چکا ہے۔ میرا فارم سیلاب سے تباہ ہو گیا تو انشورنس کمپنی نے نوے لاکھ روپے مجھے دیے تھے۔“

پہلا شخص کچھ دیر خاموش رہا پھر پوچھا: ”مگر یہ تو بتاؤ تم سیلاب لائے کیسے تھے؟“

مرسلہ : ایمن حبیب، نیو کراچی

☆☆☆

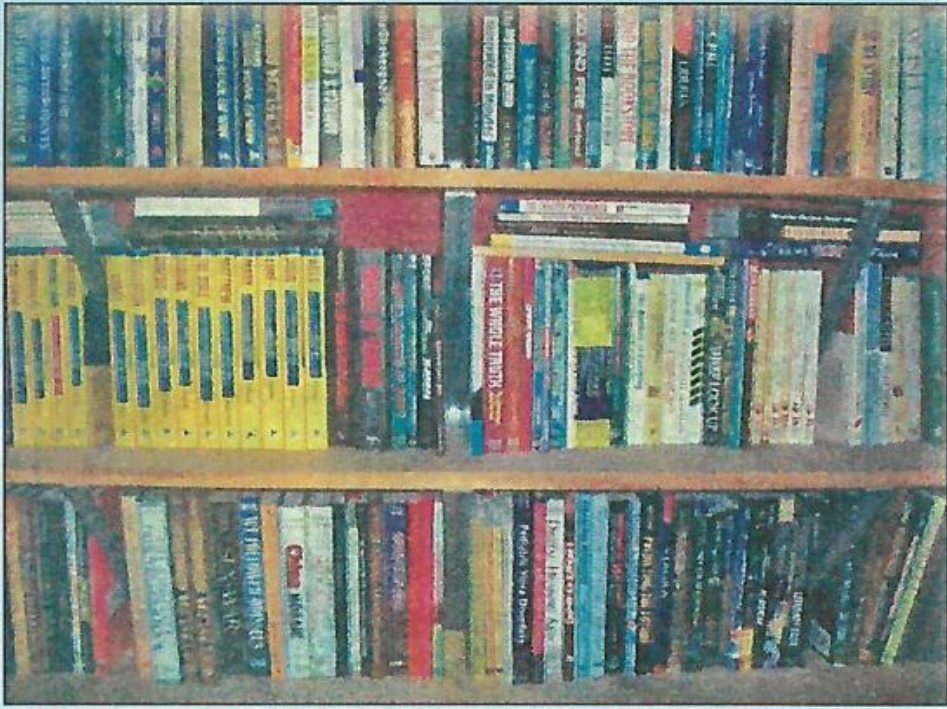
کتاب دوست ہوٹل

صباح

مشہور مقولہ ہے کہ کتاب انسان کی بہترین دوست ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کتاب انسان کو عقل و شعور عطا کرتی ہے، زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتی ہے اور اچھائی بُرائی کی سمجھ عطا کرتی ہے۔ نئے نئے علوم سے روشناس کراتی اور ذہنی صلاحیتوں کو ابھارتی ہے۔ مطالعے کا شوق رکھنے والے لوگ تفریحی دوروں پر بھی کتابیں ساتھ رکھتے ہیں۔ جب بھی تھوڑا سا وقت ملتا ہے، وہ کتاب پڑھنے لگتے ہیں۔ تفریحی دوروں میں عام طور پر کسی ہوٹل میں ٹھہرا جاتا ہے۔ کتاب دوستوں کے لیے عام طور پر یہاں کوئی لائبریری نہیں ہوتی، مگر اب کئی ممالک میں اس کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ہوٹلوں میں کتب خانے بنائے جانے لگے ہیں۔ ایسا ہی ایک منفرد ہوٹل پرنگال کے ایک تاریخی قصبے ”اوبیڈوس“ میں واقع ہے۔

”دی لٹریری مین“ نامی اس ہوٹل میں ٹھہرنے والے افراد کے لیے پچاس ہزار سے زائد کتابیں رکھی گئی ہیں۔ کتابوں سے محبت رکھنے والوں میں یہ ہوٹل تیزی سے مقبول ہو رہا ہے۔ ۲۰۱۵ء میں قائم کیا گیا یہ ہوٹل مختصر عرصے میں بین الاقوامی شہرت اختیار کر گیا اور مختلف ممالک سے یہاں آنے والے سیاحوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ ہوٹل میں داخل ہوتے ہی ہر سمت کتابیں نظر آتی ہیں۔ لاؤنج میں دیواروں کے ساتھ، کمروں میں چاروں جانب اور بیڈ کے ساتھ کتابیں ہی کتابیں دکھائی دیتی ہیں۔

ان میں ادب، شاعری، عام معلومات، نصابی و غیر نصابی سمیت ہر قسم کے موضوعات پر لکھی گئی کتابیں ہیں۔ کچھ نایاب کتابیں بھی مہمانوں کے مطالعے کے لیے رکھی



گئی ہیں۔ بیشتر کتابیں انگریزی زبان کی ہیں، مگر دوسری زبانوں کی مشہور کتابیں بھی یہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اگر کسی مسافر کے قیام کی مدت ختم ہو رہی ہو، مگر زیر مطالعہ کتاب پوری نہ ہوئی ہو تو انتظامیہ کی طرف سے کتابیں فروخت کرنے کی سہولت بھی دی گئی ہے۔ قابل فروخت کتابوں میں نایاب کتابیں بھی شامل ہیں، جن کی قیمت ۶۰۰ ڈالر تک ہے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ بیشتر مہمان کتابیں خرید کر لے جانے کے بجائے اپنے ساتھ لائی گئی کتابیں بھی یہاں چھوڑ جاتے ہیں، تاکہ دوسرے بھی ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ لٹریری مین ہوٹل کی انتظامیہ کا کہنا ہے کہ بہت سے لوگ واپس جانے کے بعد ڈاک کے ذریعے کتابیں بطور عطیہ ہمیں بھیج دیتے ہیں۔



نوںہال خبرنامہ

سلیم فرخی

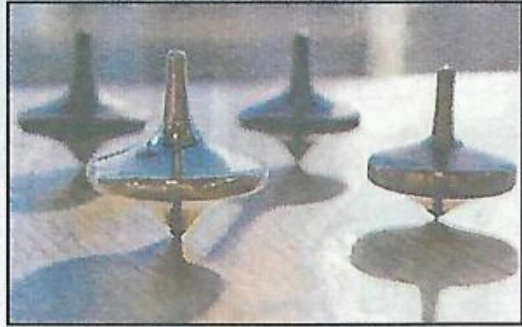


لکڑی سے بنی کاریں

جاپانی انجینئروں نے لکڑی کے اجزاء سے کار بنانے کا اعلان کیا ہے۔ درختوں کی لکڑی سے حاصل ہونے والا یہ مواد "سیلولوز نیٹو فائبر" کہلاتا ہے۔ اس مواد سے بنی کار، عام کاروں سے وزن میں پانچ گنا ہلکی

اور فولاد سے پانچ گنا مضبوط ہوں گی۔ جاپان میں کاروں کے پُر زے سے بنانے والی کمپنیاں پہلے ہی نیٹو فائبر کو پلاسٹک کے ساتھ ملانے کا کام کر رہی ہیں۔ اب لکڑی کے گودے کے ریشوں کو کئی سو ماٹروں تک باریک کیا جائے گا۔ کیوٹو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر اس مینا لوجی کے ماہر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ۲۰۳۰ء تک نیٹو فائبر کی قیمت آدھی رہ جائے گی جو اس وقت پاکستانی ایک ہزار روپے کلو ہے۔ نیٹو فائبر سے بنی کاریں ہلکی پھلکی ہوں گی اور انھیں بیڑی سے چلانا بھی ممکن ہوگا۔

لبو لٹو



گینز بک آف ورلڈ رکارڈ نے باضابطہ طور پر سند دیتے ہوئے کہا ہے کہ "لبو" نامی لٹو دنیا میں سب سے زیادہ دیر تک گھومنے والا برقی لٹو ہے۔ اس لٹو نے مسلسل ۳۷ گھنٹے ۹ منٹ اور ۲۴ سیکنڈ تک گھوم کر ایک نیا عالمی رکارڈ بنایا ہے۔ اوپر سے عام لٹو کی طرح دکھائی دینے والے اس لٹو میں جدید ترین میکینیکل نظام نصب

ہے جو اسے مسلسل گھنٹوں گھماتا رہتا ہے۔ اندر لگے مشینی پُر زے لبو کے گردشی نظام کو ممکن بناتے ہیں۔ اس میں فلاتی ویل موٹر بھی نصب ہے جس میں جدید ترین موشن سینسز لگائے گئے ہیں۔ چارج ہونے والی ایک چھوٹی بیٹری لبو کو مسلسل متوازن رکھتی ہے، تاکہ وہ ہموار انداز میں گھومتا رہے۔ اسی بنا پر یہ لٹو بہت دیر تک گھومتا رہتا ہے۔ ☆



فاطمہ بختیار
اورنگی ٹاؤن

نوںہال
مصور



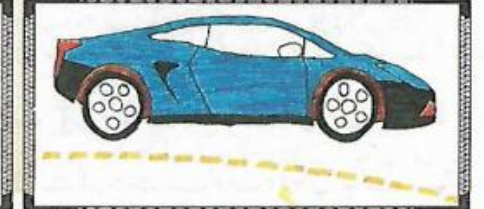
طوبی سلمان، جگہ نامعلوم

ارم شاہین، واہ کینٹ



آمنہ توقیر، طبر

فرقان عبدالرحمن، اسلام آباد



ماہین عاطف، جگہ نامعلوم

محمد سحر دار، کراچی

ہمت والا

حسانت احمد چوہان



شام کا وقت تھا۔ پرندے اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹ رہے تھے۔ بچے بھی کھیل کود کر اپنے گھروں کی طرف جا رہے تھے کہ اچانک گاؤں میں کہرام مچ گیا۔ ہر طرف چیخ و پکار گونجنے لگی، کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ جس طرف شور تھا، بس ہر کسی نے اس طرف دوڑ لگا دی۔ بچے، نوجوان سب دوڑتے ہوئے آواز کی سمت بھاگ رہے تھے۔ کچھ دور جا کر لوگوں نے دیکھا کہ ایک مکان سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ یہ خوف ناک منظر دیکھ کر لوگوں نے اپنے گھر کی طرف بھاگنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ آخردو گھنٹے کے بعد وہ خطرناک قسم کی آگ خود بخود بجھ گئی۔ اب اندھیرا بھی کافی

تصویر خانہ



آمنہ کشف، کمالیہ



آذان الاسلام بن عدیل دانش



محمد عبدالحماس، کراچی



اطیب احمد ظہبی، حیدرآباد



محب اللہ ندیم، گلشن معمار



مزل شہباز، کراچی



سید ماز علی ہاشمی، کورنگی



اس نے ہمت نہ ہاری اور چلتا رہا۔ جب وہ مکان کے دروازے تک پہنچا تو اسے اندر سے ایک آواز سنائی دی: ”رک جا، نادان لڑکے! اور نہ تیرا حشر بُرا ہوگا۔“ پہلے تو ذیشان نے اسے اپنا وہم سمجھا، لیکن جب دوسری بار آواز آئی تو ذیشان سمجھ گیا کہ واقعی اس گھر میں جنات ہیں۔

”میں تم سے ڈرنے والا نہیں، میں صرف اللہ سے ڈرتا ہوں، جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔“ ذیشان یہ کہتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ مکان میں مکمل طور پر خاموشی چھا چکی تھی اور پرندوں کی چچہاہٹ بھی بند ہو گئی تھی۔ خاموشی اتنی تھی کہ ذیشان اپنے دل کی دھڑکن بھی سن سکتا تھا۔

پیچھے سے کسی چیز کے گرنے کی آواز سے ذیشان چونکا اور پیچھے دیکھنے پر مجبور ہو گیا،

چھاپکا تھا اور وہ مکان بہت بھیا تک منظر پیش کر رہا تھا۔

جس مکان میں آگ بھڑک اٹھی تھی، وہ کافی پرانا مکان تھا۔ اس کی دیواریں بھی آہستہ آہستہ جھڑتی جا رہی تھیں۔ اس مکان میں کوئی رہتا بھی نہیں تھا۔

پہلے یہاں ایک ہندو خاندان آباد تھا۔ ان کے جانے کے بعد وہ مکان برسوں تک خالی رہا، پھر ایک سرکاری افسر نے اس مکان کی مرمت کرائی اور آباد ہو گئے۔ وہ یہاں ایک سال بھی نہیں رہے تھے کہ دوسری جگہ منتقل ہو گئے، کیوں کہ اس گھر میں آئے روز عجیب اور خطرناک واقعات ہونے لگے تھے، جس سے تنگ آ کر انھیں مکان یہ چھوڑنا پڑا۔ اب اس مکان میں پرندوں کی آواز کے علاوہ کوئی چیز سنائی نہیں دیتی اور نہ کوئی اس مکان کی جانب جاتا تھا۔

اس روز پتا نہیں کیا ہوا کہ اچانک آگ بھڑک اٹھی اور اس دن کے بعد ایسے واقعات اس جگہ کا معمول بن چکے ہیں۔ کبھی خوف ناک آوازیں سنائی دیتی ہیں تو کبھی کسی بھیا تک شکل والے آدمی کو اس گھر میں داخل ہوتے دیکھا جانے لگا۔

ذیشان کا دین دار گھرانہ بھی اسی گاؤں میں تھا۔ وہ اٹھارہ سال کا خوش شکل، خوب صورت اور نڈر لڑکا تھا۔ وہ بھی اپنے بزرگوں کی طرح حافظ قرآن اور وظائف کا عامل تھا۔ جب سے ذیشان نے اس مکان میں ایسے واقعات کی خبریں سنیں تو اسے اس کے اندر جانے اور پوری تفصیلات حاصل کرنے کا جنون سوار ہو گیا۔

ایک دن ذیشان معمول سے پہلے اٹھا اور نماز ادا کر کے ناشتا کیے بغیر ہی اس خوف ناک مکان کی جانب چل پڑا۔ اس کے ذہن میں عجیب و غریب خیالات آرہے تھے، لیکن

لیکن وہاں کسی چیز کا نام نشان تک نہیں تھا۔ ذیشان چوکنا ہو کر ایک کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ چلتے چلتے اسے اچانک خیال آیا کہ کچھ دن پہلے تو اس گھر میں آگ لگی تھی، لیکن اب تو راکھ تک نظر نہیں آرہی۔ ذیشان ابھی اسی سوچ میں ہی ڈوبا ہوا تھا کہ پیچھے سے کسی نے اس کی گردن پر ہاتھ سے زوردار ضرب لگائی اور سختی سے پکڑ لیا۔ وہ اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس کرنے لگا۔ گلے پر دباؤ کی وجہ سے اس کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ ذیشان نے گھومتے ہوئے بڑی مشکل سے اپنی گردن آزاد کرائی اور نیچے بیٹھ کر کھانسنے لگا، لیکن چند لمحوں بعد ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور ارد گرد کا جائزہ لینے لگا۔ حیرت کی بات یہ بھی کہ وہاں کوئی سایہ بھی نظر نہیں آیا تھا، صرف غیبی حملہ ہوا تھا۔

”ہمت ہے تو سامنے آؤ، چھپ کر کیوں وار کرتے ہو؟“ ذیشان نے بڑی مشکل سے آواز نکالی، کیوں کہ وہ بھوکے پیٹ ہی یہاں چلا آیا تھا۔

ذیشان کے کہتے ہی اس گھر میں قہقہے گونجنے لگے اور آواز آئی: ”نادان لڑکے! اب بھی وقت ہے واپس چلا جا، ورنہ اپنے انجام کا خود ذمے دار ہوگا۔“

”نہیں، آج میں تمہیں ختم کر کے ہی جاؤں گا، آئے دن گاؤں میں تماشا بنایا ہوا ہے اور سب گاؤں والوں کو تنگ کیا ہوا ہے۔“ ذیشان نے گرج دار آواز میں کہا اور ایسا محسوس ہونے لگا جیسے پورا گھر ہل رہا ہو۔

ذیشان نے بڑی مشکل سے خود کو گرنے سے بچایا اور کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔ ”نادان لڑکے! کمرے کی طرف مت جانا، ورنہ تیرا حشر بہت بھیا تک ہوگا۔“ آواز کون کر ذیشان اور بھی تیزی سے کمرے کی جانب لپکا، لیکن ٹھوکر لگنے سے درمیان میں گر گیا۔

”شیطانو! ہمت ہے تو سامنے آؤ۔“ ذیشان نے یہ کہہ کر دل میں کوئی وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا اور کچھ دیر بعد دیوار سے ایک چمکا دڑ نمودار ہوئی جو ذیشان پر جھپٹی۔ ذیشان کا وظیفہ بھی مکمل ہو چکا تھا، اس لیے اس کے پھونک مارنے کی دیر تھی کہ چمکا دڑ دیوار سے ٹکرا کر تڑپنے لگی اور کچھ دیر بعد غائب ہو گئی۔

ذیشان کی ہمت بندھی اور پھر سے کمرے کی طرف چلنے لگا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی ذیشان کی نظر ایک مورتی پر پڑی جو لال آنکھوں والی بڑی بھیا تک مورتی تھی۔ ذیشان نے اس مورتی کو ہاتھ لگانا چاہا، لیکن اس نے ہاتھ جیسے ہی قریب کیا تو اسے ٹانگ میں شدید درد کا احساس ہوا اور اس کے منہ سے زوردار چیخ نکلی، جس سے پورا گھر لرز اٹھا۔

ذیشان کے حواس بحال ہوئے تو اس نے دیکھا کہ مورتی کو ایک بھیا تک اور زہریلے سانپ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور وہ سانپ پوری طرح اس مورتی سے جکڑا ہوا ہے۔

ذیشان نے کچھ پڑھنا شروع کیا تو سانپ مورتی کو آزاد کرتے ہوئے ذیشان کی طرف بڑھنے لگا۔ سانپ کے قریب آتے ہی ذیشان نے پھونک ماری اور سانپ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر غائب ہو گیا۔ اب ذیشان مورتی کی طرف بڑھا اور اسے سر سے بھی اوپر اٹھا کر زور سے نیچے پھینکا۔ مورتی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ مورتی کے ٹوٹتے ہی گھر میں زوردار دھماکا ہوا اور کئی بھیا تک چیخوں کے ساتھ ہی پورا گھر بھی غائب ہو گیا۔ چیخیں ختم ہونے کے بعد جب ذیشان نے آنکھیں کھولیں تو وہ یہ دیکھ کر دم بخود رہ گیا کہ وہ کمرے کے بجائے خالی میدان میں کھڑا تھا اور گھر کا کوئی نام و نشان بھی نہیں تھا۔ ایسے لگ رہا تھا، جیسے یہ میدان ایسے پڑا ہے اور وہاں کبھی گھر تھا ہی نہیں۔

اس وقت دوپہر کے ڈھائی بج رہے تھے اور ذیشان کو بھوک بھی ستا رہی تھی، اس لیے اس نے گھر کا راستہ لیا اور کھانا کھا کر آرام سے سو گیا۔

شام کو جب سوکر اٹھا تو اس نے لوگوں سے یہ بات سنی کہ واقعی مکان کسی غیبی طاقتوں کا گڑھ تھا جو اب غائب ہو گیا۔ لوگ دور کھڑے ہو کر اس مکان والی جگہ کا جائزہ لیتے ہوئے مختلف باتیں کر رہے تھے۔ ان لوگوں میں ذیشان بھی شامل ہو گیا اور کسی کو خبر تک نہ ہوئی کہ یہ سب ذیشان کا کارنامہ ہے۔ ذیشان لوگوں کی باتیں سن کر مسکرا رہا تھا۔ اس گاؤں کا چھپارستم آج تک نامعلوم ہے۔

☆

گھر کے ہر فرد کے لیے مفید ماہنامہ ہمدرد صحت

صحت کے طریقے اور جینے کے قرینے سکھانے والا رسالہ
✽ صحت کے آسان اور سادہ اصول ✽ نفسیاتی اور ذہنی اُلجھنیں
✽ خواتین کے صحیح مسائل ✽ بڑھاپے کے امراض ✽ بچوں کی نکالیف
✽ جڑی بوٹیوں سے آسان فطری علاج ✽ غذا اور غذائیت کے بارے میں تازہ معلومات
ہمدرد صحت آپ کی صحت و مسرت کے لیے ہر مہینے قدیم اور جدید
تحقیقات کی روشنی میں مفید اور دل چسپ مضامین پیش کرتا ہے
رنگین نائٹل --- خوب صورت گٹ اپ --- قیمت: صرف ۴۰ روپے
اچھے بک اسٹالز پر دستیاب ہے
ہمدرد صحت، ہمدرد سینٹر، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی

ماہنامہ ہمدرد نوںہال ۹۸ اکتوبر ۲۰۱۸ عیسوی

نوٰنہال ادیب



رمشا مبین، کراچی
محمد حمزہ، کراچی
حافظ سعید الرحمن انصاری، کراچی
اللہ رکھی، کراچی
سارہ قریشی، حیدر آباد
محمد فضیل جاوید، کراچی
عبداللہ بدر، خیر پور میرس
محمد عمر بن عبدالرشید، کراچی
لاہور فاطمہ محمد شاہد، میر پور خاص
قلندہ وقار، جہلم

غرور کا سر نیچا

رمشا مبین، کراچی

والے تھے۔ ایک ہفتہ گزر گیا، مگر عاصم تو ابھی اپنا کام ہی مکمل نہ کر پایا تھا۔ اس نے جیسے تیسے پرچے دیے، لیکن اس بار پرچے اچھے نہ ہوئے۔ جب نتیجے کا اعلان ہوا تو بہت مایوس اور شرمندہ ہوا۔ سب ساتھی عاصم کا مذاق اڑانے لگے۔ کسی نے کہا کہ غرور کا سر نیچا۔ عاصم افسوس کرتا ہوا گھر پہنچا اور اس نے نمایاں رہتا۔ امتحان میں ایک مہینہ باقی تھا۔ اس نے اپنے ہم جماعت ساتھیوں کے سامنے ہمیشہ کی طرح دعو کیا کہ اس بار بھی میں ہی اول آؤں گا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ عاصم ایک دن بیمار پڑ گیا۔ بیماری کی وجہ سے عاصم کی پڑھائی کا بہت حرج ہوا۔ سالانہ امتحان شروع ہونے

ماہنامہ ہمدرد نوںہال ۹۹ اکتوبر ۲۰۱۸ عیسوی

کہ تم ہی اول آؤ گے اور اس لیے تمہیں اتنی شرمندگی ہوئی۔“

عاصم نے وعدہ کیا کہ وہ اب کبھی غرور والی باتیں نہیں کرے گا۔

انصاف کی روشنی

محمد حمزہ، کراچی

ہندو اور مسلمان زمین کے ایک ٹکڑے کے لیے لڑ رہے تھے۔ دونوں کا دعوا تھا کہ یہ جگہ ہماری ہے۔ مسلمانوں نے کہا کہ ہم یہاں مسجد بنائیں گے۔ ہندوؤں نے کہا کہ یہاں مندر بنے گا۔ یہ معاملہ عدالت تک پہنچ گیا۔ معاملہ پیچیدہ تھا۔ جج بھی بہت پریشان ہو گیا کہ فیصلہ کس کے حق میں دے۔

ہندوؤں نے کہا: ”ایک عالم ہے۔ اس کو بلالیا جائے۔ وہ جو فیصلہ کرے گا، ہمیں منظور ہوگا۔“

عالم کو بلالیا گیا۔ عالم کو معلوم تھا کہ زمین ہندوؤں کی ہے۔ ادھر مسلمان بے فکر ہو گئے

کہ عالم مسلمان ہے، اس لیے ہمارے حق میں ہی فیصلہ دے گا۔ عالم انصاف کا پابند تھا۔ اس نے وہی فیصلہ کیا، جو درست اور سچ تھا۔ اس نے کہا: ”یہ زمین ہندوؤں کی ہے۔“

یہ سن کر تمام مسلمان حیران رہ گئے۔ جج فیصلہ لکھنے لگا کہ زمین ہندوؤں کی ہے اور آگے لکھا کہ آج مسلمان ہار گئے اور اسلام جیت گیا۔ ہندوؤں نے جب عدل کا یہ منظر دیکھا تو کہا: ”جج صاحب! گواہ رہیے، ہم سب کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو رہے ہیں۔ اب ہم مل کر یہاں مسجد بنائیں گے۔“

دولت اور زندگی

حافظ سعید الرحمن انصاری، کراچی

ایک بادشاہ نے اپنی رعایا پر ظلم کر کے بہت سارا خزانہ جمع کر لیا اور اسے شہر سے باہر ایک جنگل میں خفیہ غار میں چھپا دیا۔ غار کے دروازے کی دو چابیاں تھیں۔ ایک بادشاہ کے پاس اور دوسری اس کے وزیر کے پاس تھی۔

ان دو کے علاوہ کسی کو بھی اس غار کا پتا نہیں تھا۔

ایک دن صبح کے وقت بادشاہ خزانہ دیکھنے کے لیے غار کی طرف گیا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ خزانہ کمروں میں چاول اور گندم کے انبار کی طرح بکھرا پڑا تھا۔

ہیرے اور جواہرات الماری میں بچے ہوئے تھے۔ بادشاہ اس خزانے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، لیکن آتے وقت بادشاہ غار کا دروازہ ہی بند کرنا بھول گیا تھا۔ اسی وقت وزیر کا اس غار کی طرف سے گزر ہوا۔ وزیر نے جب خزانے کا دروازہ کھلا دیکھا تو حیران رہ گیا۔ وہ سمجھا

کہ غلطی سے دروازہ کھلا رہ گیا ہے۔ اسی خیال کے تحت اس نے دروازہ باہر سے بند کر دیا اور محل پہنچ کر یہ بات بھول گیا۔

جب بادشاہ ہیرے اور جواہرات کا معائنہ کرنے سے فارغ ہوا تو واپسی کا سوچا، لیکن جب وہ دروازے کی طرف پہنچا تو دیکھا کہ وہ تو بند تھا۔ بادشاہ نے دروازے کو خوب

زور زور سے پیٹنا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ

چلا تا بھی رہا، لیکن اس ویران جنگل میں اس کی آواز سننے والا کوئی نہ تھا۔ وہ واپس اپنے

خزانے کی طرف گیا اور ان سے دل بہلانے کی کوشش کرنے لگا، لیکن بھوک اور پیاس کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ پھر دروازے کی طرف گیا،

اس نے چیخا چلا نا شروع کر دیا اور پھر تھک ہار کر وہ واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔ بھوک اور پیاس کی شدت اتنی بڑھ گئی تھی کہ آخر وہ ہیروں سے بھیک مانگنے لگا: ”اے قیمتی پتھر! مجھے ایک وقت کا کھانا دے دو۔“

اسے ایسا لگا جیسے، وہ ہیرے اس کی سادگی پر زور زور سے ہنس رہے ہوں۔ اس نے ایک ہیرا اٹھایا اور زور سے دیوار پر مارا،

پھر موتیوں سے اپنی فریاد کرنے لگا: ”اے قیمتی موتیوں! مجھے ایک گلاس پانی دے دو۔“

اسے ایسا لگا کہ موتی اور جواہرات اس پر ہنس رہے ہوں، بادشاہ کو بہت غصہ آیا، لیکن

بھوک غصے پر غالب آ گئی۔ آخر بھوک کی شدت اتنی بڑھ گئی کہ وہ نڈھال ہونے لگا۔ اس نے دنیا کو پیغام دینے کے لیے زمین پر کچھ لکھا۔ اس کے بعد بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ وزیر بادشاہ کو تلاش کرتا ہوا اس غار کی طرف سے گزر ہوا تو اس نے سوچا کہ بادشاہ کے خزانے کا کچھ اُتار پتا کریں۔ جب وہ غار کے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ بادشاہ مرا پڑا ہے اور زمین پر لکھا ہے: ”دولت کسی کو زندگی نہیں دے سکتی۔“

سچی دوستی

اللہ رکھی، کراچی

اقصیٰ اور انوشہ دونوں سہیلیاں اور ہم جماعت تھیں۔ دونوں بہت ذہین تھیں۔ وہ اساتذہ کا احترام کرتیں اور اپنا کام وقت پر مکمل کرتیں تھیں۔ ان ہی کی کلاس میں ایک نئی لڑکی صدف کا داخلہ ہوا۔ اس نے ان دونوں کی دوستی دیکھی تو وہ ان سے حسد کرنے لگی۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح ان کے درمیان لڑائی ہو جائے۔ امتحان نزدیک تھے کہ اچانک ایک دن اقصیٰ کی اردو کی کاپی کھو گئی۔ وہ بہت پریشان تھی۔ انوشہ بھی اپنی سہیلی کی کاپی کھو جانے کی وجہ سے پریشان تھی۔ دوسرے دن انوشہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، اس نے اسکول کی چھٹی کی تھی۔ صدف نے موقع دیکھ کر اقصیٰ کو بہکایا کہ تمہاری کاپی انوشہ نے چرائی ہے، اس لیے اس نے آج چھٹی کی ہے۔ اقصیٰ صدف کی باتوں میں آ گئی۔ اس کے برعکس انوشہ سوچ رہی تھی کہ وہ اپنی سہیلی کی پریشانی کیسے حل کرے۔ انوشہ نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی اردو کی کاپی اقصیٰ کو دے گی۔ دوسرے دن جب انوشہ اسکول گئی تو اس نے اپنی کاپی اقصیٰ کو دی اور کہا کہ میری کاپی تم رکھ لو، امتحان کی تیاری ہم دونوں مل کر کریں گے۔ اقصیٰ، انوشہ کو دیکھ کر کہنے لگی کہ تم نے میری کاپی چرائی ہے۔ دونوں کی لڑائی ہوتی

دیکھ کر صدف دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی۔ جب کہ انوشہ اپنی دوست کے ایسے رویے پر بہت پریشان تھی۔ اس نے اقصیٰ کو بہت سمجھایا، لیکن وہ نہیں مانی۔

معاملہ اردو کی ٹیچر تک پہنچ گیا۔ ٹیچر نے دونوں کو آفس میں بلوایا۔ انوشہ نے ان کے سامنے سارا معاملہ بیان کیا۔ انھوں نے اقصیٰ سے کہا کہ آپ نے مجھے اپنی کاپی چیک کرنے کے لیے دی تھی اور آپ لینا بھول گئی تھیں۔ جب ٹیچر نے اقصیٰ کو کاپی دی تو اقصیٰ سخت شرمندہ تھی۔ اس نے اسی وقت انوشہ سے معافی مانگی۔ اقصیٰ سوچ رہی تھی کہ صدف کے بہکاوے میں آ کر وہ اپنی پیاری سہیلی کو کھو رہی تھی۔ انوشہ نے بھی اقصیٰ کو معاف کر دیا، کیوں کہ وہ اپنی سہیلی سے محروم ہونا نہیں چاہتی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ گئیں۔ صدف نے بھی یہ منظر دیکھا اور دل سے میں بہت شرمندہ ہوئی۔

میرے وطن

سارہ قریشی، حیدرآباد

یہ ملک ہمارا ہے، ہمیں جان سے پیارا ہے ہر ذرے میں اس کے، جنت کا نظارہ ہے تری دھرتی سونا ہیرے اگلے، وطن حسین ساری دنیا کو چاہت ہے تجھ سے ایسی تیری زمیں اللہ کا تجھ پہ کرم ساری دنیا میں ترا بھرم لالہ کے صدقے میں تجھے رب نے سنوارا ہے یہ ملک ہمارا ہے ہمیں جان سے پیارا ہے

نیکی کا جذبہ

محمد فضیل جاوید، کراچی

علی اور آمنہ بہن بھائی تھے۔ ان کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا۔ انھیں پڑھنے لکھنے کا بہت شوق تھا، لیکن غریب والدین اسکول کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ جب بھی دوسرے بچوں کو اسکول جاتے یا آتے ہوئے دیکھتے تو ان کا بھی دل چاہتا کہ وہ پیارا سا بستہ اٹھائیں اور خوب صورت یونی فارم پہنے اسکول جائیں۔

ایک شام وہ ایک قریبی پارک میں کھیل کود کے بعد واپس آرہے تھے کہ راستے میں انھیں ایک بوڑھی عورت مل گئی۔ ان بوڑھی خاتون کے پاس سامان سے بھرے دو تھیلے تھے۔ وزن کی وجہ سے وہ بہت آہستہ آہستہ چل رہی تھیں۔ بوڑھی خاتون کی مدد کے خیال سے وہ دونوں آگے بڑھے اور کہنے لگے: ”اماں جی! ہم آپ کا سامان اٹھا کر آپ کے گھر تک چھوڑ دیتے ہیں۔“

پھر ان دونوں نے ایک ایک تھیلا اٹھایا اور ان کے گھر تک پہنچا دیا۔ جب وہ دونوں واپس آنے لگے تو اماں جی کہنے لگیں: ”آج میرا ڈرائیور نہیں آیا تھا۔ میں نے سوچا، سامان خود ہی لے آتی ہوں۔ تم دونوں نے میری مدد کی بہت بہت شکریہ۔ تم دونوں کسی اچھے ماں باپ کی اولاد ہو۔ کس اسکول میں پڑھتے ہو؟“ اماں جی کے اس سوال پر وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ آخر علی نے سنبھل کر کہا: ”ہم اسکول نہیں جاتے۔ ہمارے ابو کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ

وہ ہمیں اسکول بھیج سکیں۔“ اماں جی ان کی بات سن کر افسردہ ہو گئیں اور کہنے لگیں: ”کوئی بات نہیں۔ چند روز بعد تم دونوں بھی اسکول جاؤ گے۔ تمہارے اسکول کی فیس میں دوں گی۔“ یہ سن کر علی اور آمنہ بہت خوش ہوئے۔

بن بلایا مہمان

عبداللہ بدر، خیر پور میرس

ایک بن بلایا مہمان ایک شخص کے گھر آگیا۔ کھانے کا وقت ہوا تو میزبان نے کہا: ”میری ٹانگ میں تکلیف ہے۔ تم بازار جا کر گوشت لے آؤ۔“ بن بلائے مہمان نے کہا: ”اللہ کی قسم، میں تھکا ہوا ہوں۔“ میزبان لنگڑاتا ہوا گیا اور گوشت لے آیا۔ گھر آ کر بن بلائے مہمان سے کہا: ”اب گوشت پکانے میں میری مدد کرو۔“ اس نے کہا: ”میں پکانا نہیں جانتا۔“

بے چارہ آدمی کھڑا ہوا اور اس نے گوشت پکانا شروع کر دیا اور بن بلائے مہمان سے کہا: ”برتن میں چاول بچن لو۔“ بن بلائے مہمان نے کہا: ”اللہ کی قسم، میری نظر کم زور ہے، مجھے کنکر نظر نہیں آئے گا۔“ میزبان نے خود ہی چاول بچن کر دھو لیے۔ اب کی بار بن بلائے مہمان سے کہا: ”اب بگھارنے کے لیے تیل گرم کر لو۔“

بن بلائے مہمان نے کہا: ”میں ڈرتا ہوں کہ تیل میرے کپڑوں پر نہ گر جائے۔“ آخر اس آدمی نے خود ہی کھانا تیار کر لیا اور بن بلائے مہمان سے کہا: ”اب آ جاؤ اور کھانا کھا لو۔“

بن بلائے مہمان نے کہا: ”جی ہاں، آتا ہوں۔ آخر کب تک آپ کی باتوں سے اختلاف کروں۔ اللہ کی قسم! اب مجھے مزید انکار سے حیا آ رہی ہے۔“ یہ کہہ کر اس نے کھانا شروع کر دیا۔

منے میاں

محمد عمر بن عبدالرشید، کراچی

منے میاں ہائے ہائے منے میاں ہائے ہائے پردوں سے یہ جھول رہے ہیں کشن سے روٹی نکال رہے ہیں پودے سارے اکھاڑ رہے ہیں برتن کچھ کچھ توڑ رہے ہیں امی سے یہ مار بھی کھائیں پھر بھی کبھی یہ سدھر نہ پائیں منے میاں ہائے ہائے منے میاں ہائے ہائے عید کا گرتا پھاڑ دیا ہے کھڑکی کا شیشہ توڑ دیا ہے ننھے کا فیڈر چھپا دیا ہے دیوار میں کیل یہ ٹھونک رہا ہے دادو سے یہ ڈانٹ بھی کھائیں پھر بھی کبھی یہ سدھر نہ پائیں منے میاں ہائے ہائے منے میاں ہائے ہائے

نہی کو یہ جگ کرتے ہیں
ہر پل سب کا دم بھرتے ہیں
کوئی بھی ان سے بچتے نہ پائیں
سب ہی ان کی زد میں آئیں
ابو سے یہ سزا بھی پائیں
پھر بھی کبھی یہ سدھر نہ پائیں
منے میاں ہائے ہائے
منے میاں ہائے ہائے

چور وزیر

لائب فاطمہ محمد شاہد، میرپور خاص
دربار میں مکمل طور پر خاموشی چھائی ہوئی
تھی۔ بادشاہ سلامت شاہی تخت پر بیٹھے
کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔
احمد خاں وزیر تھا، جس پر بادشاہ کو بہت اعتماد تھا۔

بادشاہ نے احمد خاں سے مخاطب ہوئے:
”احمد خاں! تم ہمارے اس مشن کا ایک اہم
حصہ ہو۔ کل محل میں پورے شہر کی دعوت ہے۔
تمہیں کرنا یہ ہے کہ کل ہر آنے والے کا جائزہ
لینا ہے۔ جس پر بھی شک ہو اس کا نام، پتا اور

پوری تفصیل ہمیں لکھ کر دے دینا۔“

”جی عالی جاہ! ایسا ہی کروں گا۔“
احمد خاں بولا۔

اگلے دن دعوت ہوئی پورا شہر آیا۔
احمد خاں ہر کسی کا جائزہ لیتا اور انکار میں سر ہلا دیتا۔
علاقے میں کئی روز سے دس بجے کے بعد
جو بھی گھر سے باہر نکلتا، اسے عجیب و غریب قسم کی
آوازیں سنائی دیتیں۔ جس سے لوگوں میں
خوف و ہراس پھیل گیا۔ لوگوں نے دس بجے کے
بعد گھر سے باہر نکلتا چھوڑ دیا تھا۔ دکانیں بھی
جلدی بند ہونے لگی تھیں۔ اس طرح ان کے
کار بار میں بھی نقصان ہو رہا تھا۔ لوگوں نے اس
مسئلے کو بادشاہ کے سامنے رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ
ان دنوں بادشاہ سلامت بہت پریشان تھے۔

دعوت ختم ہو جانے کے بعد بادشاہ نے
احمد خاں سے پوچھا: ”کسی پر شک ہے؟“

احمد خاں نے منع کر دیا۔ بادشاہ سلامت
پریشان اپنے کمرے میں ٹہل لگا رہے تھے۔

بادشاہ نے خود کھوج لگانے کا فیصلہ کیا۔ محل میں
سب سوچکے تھے۔ رات تقریباً دو بجے کا وقت
تھا۔ اچانک بادشاہ نے گاڑی رکنے کی آواز
سنی۔ بادشاہ نے آہستہ سے اپنی کھڑکی میں سے
جھانکا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ گاڑی میں لکڑی کی
بڑی بڑی پیٹیاں لدی ہوئی ہیں اور احمد خاں
گاڑی کے مالک سے پیسے لے رہا ہے۔

بادشاہ سارا معاملہ سمجھ گیا۔ گاڑی سے
ایک پٹنی اُتاری جا رہی تھی۔ بادشاہ نے فوراً
سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو چاروں طرف
سے گھیر لو۔ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ وہ
روانہ ہونے ہی والے تھے کہ بادشاہ کی آواز
سنائی دی: ”احمد خاں! تم اور تمہارے ساتھی
پوری طرح ہماری حراست میں ہو۔ بہتر یہی
ہوگا کہ تم اپنا جرم قبول کر لو۔“

دوسرا طریقہ فلدہ وقار، جہلم

منال اسکول سے واپس آئی تو بہت
خوش تھی۔ اس کی بڑی بہن نے وجہ پوچھی تو
اس نے بتایا کہ اس کی ہم جماعت دانیہ جو
پڑھائی میں ہمیشہ اول آتی ہے، لیکن پڑھائی
میں کسی کی مدد نہیں کرتی۔ وہ ایک ہفتے سے بیمار
بادشاہ، احمد خاں پر شک کر ہی نہیں سکتا۔

ہے۔ اب اسے پتا چلے گا، جب وہ ٹیٹ میں فیل ہوگی۔ اس نے کبھی ہماری مدد نہیں کی تھی اور ہمیں ڈانٹ سنی پڑتی تھی۔ اب ہم سب بھی اس کی مدد نہیں کریں گے۔ ایک بار جب میں بیمار پڑی تھی، اس نے مجھے اپنی کاپی نہیں دی تھی۔ اب میں بھی اس سے اپنا بدلہ لوں گی۔“

بڑی بہن نے کہا: ”اس سے اپنا بدلہ لینے کا ایک طریقہ اور بھی ہے۔ تمھاری ٹیٹ کی تیاری مکمل ہے۔ اب تم دانیہ کے گھر جا کر اسے ٹیٹ کی مکمل تیاری کراؤ اور دل سے اس کی پوری طرح مدد کرو، تاکہ وہ شرمندہ ہو۔“

”یہ بہت اچھا خیال ہے آپ!“

تھوڑی دیر بعد منال دانیہ کے گھر میں موجود تھی اور اسے تیاری کروا رہی تھی۔ دانیہ حیران اور شرم سار تھی کہ اس کے خراب رویے کے باوجود منال اس کی مدد کر رہی ہے۔ وہ اپنے رویے پر نادم تھی۔

اگلے دن ٹیٹ ہوا اور منال اور دانیہ کے پورے نمبر آئے۔ چھٹی کے وقت دانیہ منال سے ملی اور اس کا شکریہ ادا کیا: ”منال! میں تم سے معافی مانگنا چاہتی ہوں۔“

”کس بات کی؟“

”اپنے رویے کی۔ مجھے معاف کر دو میں بھٹک گئی تھی اور سب سے بُری طرح پیش آتی تھی۔“

”ارے چھوڑو پرانی باتیں، جو ہو گیا، سو ہو گیا۔ آج سے ہم سب دوست ہیں۔“

اگلے دن دانیہ نے اپنی باقی ہم جماعت ساتھیوں سے معافی مانگی۔ وہ دن اور آج کا دن، دانیہ نے کبھی غور نہیں کیا۔ وہ اب اچھی، خوش مزاج اور ہر کسی کی مدد کرنے والی دانیہ بن چکی ہے۔ منال بھی خوش ہے کہ اس نے آپنی کے مشورے پر عمل کیا اور اسے ایک بہت اچھی دوست وانیہ کی شکل میں مل گئی۔ دانیہ کے بدلے رویے کی وجہ لوگ اس سے پیار اور اسے پسند کرنے لگ گئے ہیں۔

بیشتر خطوط ہمدرد نو نہال شمارہ اگست ۲۰۱۸ء کے بارے میں



آدھی ملاقات

ہمیشہ کی طرح مخمخ اور خوب صورت سرورق کے ساتھ ہمدرد نو نہال کا خاص شمارہ موصول ہوا۔ خوب صورت اور مزے دار کہانیوں پر مشتمل یہ خاص شمارہ حرف بہ حرف پڑھا۔ جاوید ہسام کی تازہ تحریر ”ادیب کا اغوا“ ہوا جاوید اقبال کی ”زخمی شیر“ ہر تحریر نے دل میں گھر کر لیا۔ م۔ ص۔ امین کا ناول ”چھپکلی باجی“ بھی اپنی نوعیت کی منفرد تحریر تھی۔ اس قسم کے آئیڈیاز ویسے تو بچکانہ لگتے ہیں، لیکن ہم خوب جانتے ہیں کہ ایسی تحریریں بچوں کو مدتوں اپنے سحر میں جکڑے رکھتی ہیں۔ مضامین بھی عمدہ ہیں۔ ان کو با تصویر شائع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ نظموں کا انتخاب بھی عمدہ تھا۔ غرض یہ کہ پورا شمارہ خوبیوں کا مرقع رہا۔ اُمید ہے کہ بچوں کے لیے اسی طرح اچھی اور معیاری تحریریں شائع کرتے رہیں گے۔ محمد طارق خان، مدیر ماہ نامہ ساتھی، کراچی۔

ان حوصلہ افزا کلمات سے میں خود میں بے حد توانائی محسوس کر رہا ہوں۔ بہت شکریہ

کافی عرصے سے ہمدرد نو نہال پڑھ رہی ہوں، لیکن آدھی ملاقات کے لیے آج قلم اٹھایا ہے۔ میں بہت شوق، لگن اور دل چسپی سے ہمدرد نو نہال پڑھتی ہوں۔ اگست ۲۰۱۸ء کا شمارہ بہت پسند آیا۔ سرورق بہت خوب صورت تھا۔ سمندر کی تلاش (ولید امجد)، بھولی ہوئی نیکی (گلاب خان سولنگی)، ذکر ایک پاجاے کا (محمد سرفراز) اور ادیب کا اغوا (جاوید ہسام) بہت اچھی تحریریں تھیں۔ تمام نظمیں بھی بہت پسند آئیں اور ہنسی گھر کے تمام لطیفے ہنسی سے لوٹ پوٹ کر دینے والے تھے۔ ڈاکٹر اقصیٰ امجد، دوڑ۔

معلومات افزا نمبر ۲۶۹ میں مجھے انعام کا حق دار قرار دیا گیا تھا، لیکن اب تک انعام نہیں پہنچا۔ راجا مرثیٰ خورشید علی، سرگودھا۔

آپ کو انعامی کتاب ۶ جون ۲۰۱۸ء کو رجسٹری نمبر ۴۴۳ کے ذریعے بھیجی گئی ہے۔ اپنے ڈاک خانے سے معلوم کریں۔

تمام تحریریں لا جواب تھیں۔ آزمائش، صرف ایک فرد، بھولی ہوئی نیکی اور بلا عنوان کہانی بہترین تھیں۔ سمندر کی تلاش کچھ عجیب سی تھی۔ اس کے علاوہ مادر ملت، نرالا بکرا، حج کا مہینا، نصرت رسول مقبول، ۱۴ اگست لا جواب تھیں۔ ذکر ایک پاجاے کا اچھا لطیفہ ہے۔ پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ نو نہال ادیب اس مرتبہ ذرا ہٹ کے یعنی بہت اچھا تھا۔ ادیب کا اغوا کا دوسرا حصہ بھی شان دار تھا۔ نام برہیچے ایک اچھا سلسلہ ہے۔ اس سے نہ صرف ڈھونڈنے میں مزہ آتا ہے، بلکہ اس سے معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ سارا جاوید، کراچی۔

اگست کا شمار بہت اچھا لگا۔ خاص طور پر تحریک پاکستان اور بچے ایک منفرد تحریر لگی اور ہمارا قوی پرچم بھی معلوماتی اور دل چسپ تحریر تھی۔ ذکر ایک پاجاے کا خاص نہیں لگی، کیوں کہ یہ بہت پرانا قصہ ہے اور بار بار لطیفے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے اسے بطور کہانی دیکھ کر حیرت ہوئی۔ بیت بازی کے اشعار کا انتخاب اچھا ہوتا ہے، لیکن ہنسی گھر میں لطیفے کچھ خاص نہیں نکلتے۔ میں نو نہال ادیب سے نکل کر بڑے صفحات میں چھپنا چاہتی ہوں، راہ نمائی فرمائیں۔ حمیرا بخاری، کراچی۔

ابھی آپ رسالے کو توجہ سے پڑھیے۔ طرز تحریر پر غور کیجیے۔ اندازہ یہ ہے کہ آپ بڑے صفحات کے لیے لکھ سکتی ہیں، بس کوشش جاری رکھیے۔ پہلی شرط تحریر میں دل چسپی کا ہونا ہے۔

اگست کا شمار بہت دل چسپ تھا۔ سب سے پہلے جاگو جگاؤ اور پہلی بات پڑھی، جو کہ ہمیشہ کی طرح خلوص سے بھر پور تھی۔ حکیم محمد سعید کی دی گئی ہدایات کو ذہن نشین کر لیا۔ صرف ایک فرد سب سے اچھی اور انوکھی کہانی تھی۔ تمام نظمیں ہر بار کی طرح بے حد پسند آئیں۔ ادیب کا اغوا بھی لا جواب تھی۔ ضمیر کی پکار بھی پسند آئی۔ نام بونچھے

بہت ہی اچھا سلسلہ ہے۔ اقرار اؤ، کراچی۔

تمام کہانیاں نہایت دل چسپ اور عمدہ تھیں۔ آزمائش، صرف ایک فرد، ادیب کا اغوا، ذکر ایک پاجاے کا اور سمندر کی تلاش، بہترین کہانیاں تھیں۔ روشن خیالات میں جو اقوال ہیں واقعی سونے سے لکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ لطیفے بھی اچھے تھے۔ نو نہال خبر نامہ میں میں کروڑ پہاڑے یاد کرنے والے لڑکے کے بارے میں پڑھ کر حیرت ہوئی۔ کیا میں ای میل کے ذریعے کہانی بھجوا سکتی ہوں؟ لاریب فاطمہ، میانوالی۔

جی ہاں، لیکن ”ان چچ (شعیت)“ میں کھلی کھلی لکھی ہو اور ڈاک کا مکمل پتا بھی ضرور درج ہو۔

کہانیاں، صرف ایک فرد اور آزمائش سب سے اچھی لگیں۔ اگست کا شمار بہت ہی اچھا لگا۔ شمارہ پڑھ کر معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ عروج رانا، ارفع علی، پٹنالہ دوست محمد۔

ہمدرد نو نہال ایک بہت ہی اچھا رسالہ ہے۔ میں بہت شوق سے اسے پڑھتی ہوں۔ مجھے اگست کے شمارے میں سب سے اچھی کہانی بلا عنوان کہانی لگی۔ امن رانا، پٹنالہ دوست محمد۔

اگست کا شمارہ زبردست رہا۔ کہانیوں میں سمندر کی تلاش بہت پسند آئی۔ باقی تمام سلسلے بھی زبردست تھے۔ بشری رانا، رنلش عثمان، پٹنالہ دوست محمد۔

انسوس کہ اب کی بار کا ہمدرد نو نہال کچھ خاص نہیں تھا۔ سوائے ہنسی گھر کے ہر چیز غیر دل چسپ تھی۔ مجھے اُمید ہے کہ میرا خط ضرور شائع ہوگا۔ منال آصف، وہ کینٹ۔

سردرق بہت پسند آیا۔ روشن خیالات میں کیا کمال کی باتیں تھیں۔ آزمائش، آخری خواہش، ادیب کا اغوا اور بلا عنوان کہانی کمال کی تھیں۔ ہنسی گھر پڑھ کر مزہ آ گیا۔ حافظ حیدر علی غلام، شہر پور شریف۔

اگست کا شمارہ بہت عمدہ رہا۔ جاگو جگاؤ ایک اہم پیغام لیے ہوئے تھی۔ کہانیاں بھی بہت مزے دار تھیں۔ نظمیں بھی لا جواب تھیں۔ لطیفے کچھ خاص نہیں تھے۔ مسکراتی لکیریں بھی بے معنی تھیں۔ کچھ ہنسی نہیں آئی۔ شا کر اللہ، کھٹاڑی، کراچی۔

تازہ شمارہ اسے دن تھا۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ بھولی ہوئی نیکی، چھوٹی سی قیمت اور بلا عنوان بازی لے گئیں۔ ویسے پورا رسالہ زبردست تھا۔ کیا جوابات اور بلا عنوان کہانی کا کوپن ایک لفافے میں ڈال کر بھی بھیج سکتے ہیں؟ حافظ محمد مصیب، قیوم، کراچی۔

جی ہاں، سب تحریریں کوپن وغیرہ ایک ہی لفافے میں بھیج سکتے ہیں۔ شعبہ مطبوعات کا پتا یہی ہے، لیکن لفافے پر ”شعبہ مطبوعات“ ضرور لکھیے۔ جب کوئی نئی کتاب چھپتی ہے تو ہمدرد نو نہال میں اشتہار دیا جاتا ہے۔ آپ کو بک کلب کا ممبر بنالیا گیا ہے۔

تازہ شمارہ ہمیشہ کی طرح بہت اچھا اور سبق آموز تھا۔ سب سے پہلے جاگو جگاؤ میں حکیم محمد سعید کی صحت ذہن نشین کی۔ حمد باری تعالیٰ پڑھ کر دل کو سکون ملا۔ اس شمارے کی تمام تحریریں اور نظمیں بہترین تھیں۔ ہنسی گھر کے لطیفے بھی لا جواب تھے۔ حمزہ امجد، کبھو، شہید بے نظیر آباد۔

سب سے اچھی کہانی محمد سرفراز کی ”ذکر ایک پاجاے کا“ تھی۔ اس کہانی کو پڑھ کر بہت لطف آیا۔ دوسرے نمبر پر آزمائش اور تیسرے نمبر پر ادیب کا اغوا تھی۔ کہانی سمندر کی تلاش خوب تھی۔ آخر تک یہ لگتا تھا کہ بچہ ابھی ساحل پر ہوگا۔ نذیر انبالوی نے افراد کی خامیاں اُجاگر کیں۔ نو نہال ادیب میں اچھی کہانیاں نہیں تھیں۔ عفاف احمد خان، کراچی۔

تمام کہانیاں مزے دار تھیں۔ صرف ایک فرد اور بھولی ہوئی نیکی زیادہ مزے دار تھیں۔ ہنسی گھر کے لطائف

پڑھ کر مزہ آیا۔ لوک کہانیاں بھی شائع کیا کریں۔ محمد حمزہ لغاری، میانوالی۔

اگست کا شمارہ دل کو بھا گیا۔ کہانیوں میں آزمائش، ادیب کا اغوا، بھولی ہوئی نیکی پڑھ کر مزہ آ گیا۔ نظموں میں حج کا مہینا، نرالا بکرا، ۱۴ اگست اور مادر ملت بہت اچھی تھیں۔ محمد حسان رضا، سومرو، میر پور خاص۔

خاص نمبر کی جتنی تعریف کروں کم ہے۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات سے بہت کچھ سیکنے کو ملا۔ روشن خیالات واقعی سونے سے لکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ کہانیوں میں گریجویٹ سموسا، مرغی کا ہنگامہ، بھوت، بنگلہ، ایک چور ایک مالی، بادشاہ کے سر پر سینک بے حد پسند آئیں۔ ہنسی گھر بہت شان دار تھا۔ بیت بازی، علم در بیچ، نو نہال ادیب اور تمام چھوٹی بڑی تحریریں اپنی جگہ بے حد شان دار تھیں۔ سلسلی خیر ناول چھپ چکی باقی پڑھ کر بے حد مزہ آیا۔ منتحی مفیض، لیاقت آباد۔

ذکر ایک پاجاے کا بہت مزاحیہ کہانی ہے۔ ہم لوگ بیت بازی کے شعروں سے اردو کے ہوم ورک میں بہت مدد حاصل کرتے ہیں۔ موچی کا حج، حج کا مہینا (نظم) جاگو جگاؤ، پہلی بات، سمندر کی تلاش اور قیمتی تحفہ بہت اچھی تحریریں تھیں۔ ہمدرد نو نہال واقعی بہت اچھا رسالہ ہوتا ہے۔ سیدہ ناہیدہ، مگس، کراچی۔

اگست کا شمارہ بہت شان دار تھا۔ میں نو نہال بک کلب کی ممبر بننا چاہتی ہوں۔ ارفع زینب، چشتی، شیر و جدید۔

بچے کے بغیر کارڈ کیسے بنے گا؟

پورا رسالہ پڑھ کر بھی دل نہیں بھرا۔ یہ ہمدرد نو نہال کے کارکنان کی محنت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے ہر چیز کو مد نظر رکھا اور کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ شایان احمد، کراچی۔

مرغی کا گوشت (چوکور بوٹیاں): آدھا کلو / پس ہوئی لال مرچ: ایک چائے کا چمچ
نمک: ایک چائے کا چمچ / پس ہوئی کالی مرچ: ایک چائے کا چمچ / سویا ساس: ایک چائے کا چمچ
سفید سرکہ: ایک کھانے کا چمچ / کارن فلور: پانچ چائے کے چمچ / انڈے: دو عدد
ڈبل روٹی کا چورا: حسب ضرورت

* ترکیب: گوشت کی بوٹیوں میں لال مرچ، کالی مرچ، نمک، سویا ساس اور سرکہ ڈال کر اچھی طرح ملا لیں اور پندرہ سے بیس منٹ مسالا لگا کے چھوڑ دیں۔ اس کے بعد چکن میں کارن فلور ڈال دیں اور انڈے توڑ کر شامل کر دیں۔ اس کے بعد اسے اچھی طرح ڈبل روٹی کا چورا لگا دیں اور تیل میں فرائی کر دیں اور کچپ کے ساتھ پیش کریں۔

ڈبل روٹی کے گلاب جامن

ڈبل روٹی کے سلائس: ۴ عدد / چینی: ایک کپ / پانی: دو کپ
دودھ: آدھا کپ / ہری الائچی: تین عدد / تیل: تیلنے کے لیے

ترکیب: سلائس کے کنارے کاٹ لیں۔ ایک پیالے میں دودھ اور سلائس ڈال کر اچھی طرح میس کریں۔ پھر اس کی مناسب سائز کی گولیاں بنالیں۔ ایک کڑاہی میں تیل ڈال کر ان گولیوں کو براؤن ہونے تک تیل لیں۔ تیلنے کے بعد نکال کر ٹھنڈا کر لیں۔ ایک ساس پین میں شیرے کے اجزا ڈال کر اُبال آنے تک پکائیں۔ اب اس میں وہ براؤن گولیاں ڈال کر بیس منٹ کے لیے ڈھک دیں۔ کچھ دیر بعد نکال کر فرج میں ٹھنڈا کر لیں۔ مزے دار گلاب جامن تیار ہیں۔ ☆

دوسرا حصہ اچھا لگا۔ باقی شمارہ ٹاپ پر رہا۔ نام نہیں لکھا، خیر پور ٹائیڈل۔

* اگست کا شمارہ بہترین تھا۔ ایک سے بڑھ کر ایک کہانی تھی۔ ادیب کا اغوا، صرف ایک فرد، آزمائش، سندھ کی تلاش اچھی کہانیاں تھیں۔ موچی کا جج بہت سبق آموز واقعہ تھا۔ نظموں میں نرالا بکرا، جج کا مہینا، مادر ملت بہت اچھی تھیں۔ بلا عنوان عنوان کہانی کا عنوان ۱۸ تاریخ سے پہلے بھیجا تھا، مگر میرا نام نہیں آیا۔ کیا معلومات افزا، بلا عنوان کہانی الگ الگ سلسلے ہیں؟ آم نہ عجیب، کراچی۔

آپ کا کوپن شاید ڈاک خانے کی کارکردگی کی نذر ہو گیا ہے۔ دونوں انعامی سلسلے الگ الگ ہیں۔

* اگست کا شمارہ بہت پسند آیا۔ تمام کہانیاں اور نظمیں بہترین تھیں۔ ادیب کا اغوا بہت پسند آئی۔ ہاجرہ رحمان، اسلام آباد۔

* جاگو چکاؤ اور پہلی بات ہر باری کی طرح بہت ہی عمدہ اور تمام کہانیاں بہت ہی شان دار تھیں۔ پورا شمارہ بہت ہی پیارا تھا۔ نذیر انبالوی کی کہانی صرف ایک فرد نے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ کسی بھی قوم کا کوئی بھی فرد جب کوئی اچھا کام کرتا ہے تو پوری قوم کا سرخرو سے بلند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص کوئی غلط کام کرتا ہے تو اپنی قوم کا سر بھی جھکا تا ہے۔ مہرین فاطمہ، روہا پ قاطمہ، سکھر۔

* اگست کا شمارہ بس ٹھیک ہی تھا۔ ذکر ایک پاجامے کا اچھی لگی، لطائف بھی اچھے تھے، صرف ایک فرد نے قومیت کے جذبے کو آجا کر کیا۔ محمد مجتبیٰ صدیق، ڈیرہ اسماعیل خان۔

☆☆☆

* اگست کا شمارہ بازی لے گیا۔ پہلے نمبر پر ذکر ایک پاجامے کا دوسرے نمبر پر بلا عنوان کہانی اور تیسرے نمبر پر آزمائش تھی۔ تحریک پاکستان اور بچے اور نظموں میں جج کا مہینا، ۱۲ اگست اور مادر ملت، بہت ہی زیادہ زبردست لگی۔ حنا د احمد بلوچ، ٹنڈوالہیار۔

* اگست کا شمارہ زبردست تھا۔ کہانیوں میں چھوٹی سی قیمت، سندھ کی تلاش اور بلا عنوان کہانی پہلے نمبر پر تھی اور ذکر ایک پاجامے کا بڑھ کر تو بہت ہی زیادہ ہنسی آئی۔ اتنی ہنسی تو لطیفوں میں بھی نہیں آتی۔ معلومات ہی معلومات سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ حافظہ ماہ نور د احمد بلوچ، ٹنڈوالہیار۔

* اگست کا شمارہ پورا ہی پسند آیا۔ کہانیاں اس بار ساری ہی اچھی تھیں، لیکن سندھ کی تلاش سب پر بازی لے گئی۔ صرف ایک فرد، آزمائش اور بھولی ہوئی نیکی بھی دل چسپ کہانیاں تھیں۔ ادیب کا اغوا کا دوسرا حصہ شان دار تھا۔ بلا عنوان کہانی اور چھوٹی سی قیمت بھی پسند آئیں۔ ذکر ایک پاجامے کا بہت خوب صورت تحریر تھی۔ نظمیں بھی ساری ہی اچھی تھیں۔ تحریک پاکستان اور بچے ایک یادگار مضمون تھا۔ غرض پورا شمارہ سپر بہت تھا۔ ایک اچھی کہانی کتنے عرصے بعد شائع ہوتی ہے؟ علی حیدر، جھنگ صدر۔

باری آنے پر فوراً۔

* ہر ماہ کی طرح اگست کا شمارہ بھی خوب تھا۔ سب کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ بیت بازی اور ہنسی گھر کا تو جواب ہی نہیں۔ سرورق بھی زبردست تھا۔ مشعل فاطمہ قائم خانی، ٹنڈوالہیار۔

* اگست کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ سب کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ آزمائش، صرف ایک فرد اور تحریک پاکستان اور بچے اچھی کہانیاں تھیں۔ ادیب کا اغوا کا

جوابات معلومات افزا ۲۷۲

اگست ۲۰۱۸ء میں شائع ہونے والے معلومات افزا ۲۷۲ کے درست جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ تمام درست جوابات دینے والے نونہالوں کی تعداد ۱۵۷ سے زیادہ تھی، اس لیے ان سب نونہالوں کے درمیان قرعہ اندازی کر کے ۱۵ نونہالوں کے نام نکالے گئے۔ ان نونہالوں کو ایک ایک کتاب روانہ کی جائے گی۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ ”ام الکتاب“ سورہ فاتحہ کو کہا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی کا مزار ترکی کے شہر قونیہ میں ہے۔

۳۔ پاکستان میں پہلی بار جمعہ کو سرکاری چھٹی یکم جولائی ۱۹۷۷ء سے ہوئی تھی۔

۴۔ پاکستان ٹی وی کا مشہور تاریخی ڈراما سیریل ”تغیر“ سلیم احمد نے تحریر کیا تھا۔

۵۔ ”ژگرب“ (ZAGREB) جمہوریہ کروشیا کا دارالحکومت ہے۔

۶۔ چاند کا قطر تقریباً ۲۱۶۰ میل (تقریباً ۳۶۷۷ کلومیٹر) ہے۔

۷۔ اشوک اعظم، ہندوستان میں سورہ خاندان کے بانی چندرگپت کا پوتا تھا، جس نے بودھ مت قبول کر لیا تھا۔

۸۔ ”یوم، چنڈ، جھکو“ اُتو کے مختلف نام ہیں۔

۹۔ ”رحمن بابا“ پشتو زبان کے مشہور شاعر تھے۔

۱۰۔ ”شیخ نجم الدین“ مشہور شاعر آبرو کا اصل نام ہے۔

۱۱۔ اردو زبان کا ایک محاورہ یہ ہے: ”منہ پر ہوائیاں اُڑنا“۔

۱۲۔ مرزا غالب کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں کاش! پوچھو کہ مدعا کیا ہے!

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے پندرہ خوش قسمت نونہال

☆ کراچی: یوسف کریم، اریب غلام محمد، سیدہ سالکہ محبوب، حفصہ طارق، اقرار اور عبدالغفار، مریم احمد۔

☆ اسلام آباد: عمیدہ مصیب ☆ لاہور: امتیاز علی ناز ☆ حیدرآباد: عائشہ امین عبداللہ۔

☆ راولپنڈی: محمد سعد جمیل ہاشمی ☆ کاموگے: نعل حنا ☆ پشاور: محمد حمدان ☆ ڈیرہ غازی خان: رفیق احمد ناز۔

☆ سرگودھا: راجا مرتضیٰ خورشید علی ☆ اوکاڑہ کینٹ: جہاں زیب گل۔

۱۲ درست جوابات دینے والے قابل نونہال

☆ کراچی: ناصرہ تحریم، سیدہ مریم محبوب، سیدہ باذل علی اظہر، سیدہ شہنشاہ علی اظہر، سیدہ عارف علی اظہر، سیدہ جویریہ جاوید، علینا اختر، عائشہ خان، عائشہ اشرف، عبدالرحمن، فاکہہ ہاشمی، وانیہ سید، ارسلان احمد، عائشہ احمد ☆ اسلام آباد: محمد ابراہیم ☆ لاہور: ولید اشرف ☆ حیدرآباد: محمد یوسف قریشی، سید محمد حسین شاہ، عریشہ عبدالوحید شیخ ☆ راولپنڈی: مریم سعد، محمد ارسلان ساجد ☆ سکھر: زین علی۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ کراچی: شاہ محمد اظہر عالم، زہرہ شفیق، یحییٰ بنیت صدیق بکر، عروہ امین، جویریہ عدنان، شفیقہ عمر فاروق، یسری حبیب، سیدہ ناہیدہ رگس، عبداللہ شہاب ☆ راولپنڈی: ہانیہ نور بٹ، فیروز سلطانہ، ملک محمد احسن ☆ لاہور: محمد شامیر، محمد نفیس علی خاں، ذویا حماد ☆ میرپور خاص: فاطمہ محمد ایوب، نور القدر جاوید اقبال ☆ ٹنڈوالہیار: آمنہ آصف کھتری ☆ اسلام آباد: احمد اسد علی ☆ سکھر: محمد حبیب عباسی ☆ دینہ: محمد عبداللہ حسن ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: سعدیہ کوثر منغل ☆ رحیم یار خان: شہیرہ احمد ☆ سیالکوٹ: فاطمہ حبیب ☆ کالا سکر: محمد افضل۔

۱۰ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ کراچی: سارہ عبدالواسع، حافظ محمد مصیب نعیم، عبدالنواب، عاشر احمد وسیم بکوکہ، مفیث احمد قریشی، سیدہ کلثوم فاطمہ، شاکر اللہ ☆ دوڑ: ذاکر اقصیٰ امجد، ولید امجد کیوہ، حمزہ امجد کیوہ ☆ شرق پور شریف: حافظ حیدر علی غلام دیگر ☆ پرانا سکھر: ردباب فاطمہ ☆ کوٹلی: محمد جواد چغتائی۔

۹ درست جوابات بھیجنے والے مہنتی نونہال

☆ کراچی: سہیل خان، محمد آسامہ رفیق ☆ میرپور خاص: زہرہ بتول، محمد حسان رضا سومرو ☆ ڈیرہ اللہ یار: آصف علی کھوسہ۔

۸ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ کراچی: صدف آسیہ، عدنان اسلم، محمد حسن علی، عمر فاروق، محمد ایاز حیات، محمد زہیر احمد، بہادر، محمد اختر حیات، مدثر امجد، سید عثمان، مقدس جہاں۔

بلا عنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نو نہال اگست ۲۰۱۸ء میں جناب محمد اقبال شمس کی بلا عنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے تین اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو چار نو نہالوں نے مختلف جگہوں سے بھیجے ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ دل سے نکلی دعا : منال اسد علی، اسلام آباد

اعجاز حیات، کراچی

۲۔ سچی پکار : سید صفوان علی جاوید، کراچی

۳۔ بچے من کے سچے : زہرہ بتول، میرپور خاص

﴿چند اور اچھے اچھے عنوانات یہ ہیں﴾

معصومانہ دعا۔ دعا کی طاقت۔ دعا رنگ لائی۔ بچوں کی دعا۔ غیبی امداد۔ سچی آرزو۔

ان نو نہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: شاکر اللہ، وانیہ سید، سیدہ ناہیدہ زنگس، شایان احمد، ایمان فیصل، سیدہ اریبہ بانو، آمنہ نجیب، عبدالرحمن، سیدہ کلثوم فاطمہ، اُسامہ رفیق، عفان احمد خان، عروہ امین، عبدالواسع، محمد معیز انصاری، عبدالرحمان، فاکہہ ہاشمی، شاہ بشری عالم، راد بشیر، منائیل جاوید، زبیر سلطان محسود، حافظ محمد صہیب نعیم، اسما اشرف، اقصیٰ راؤ عبدالغفار، سیدہ مریم محبوب، سیدہ جویریہ جاوید، سید باذل علی اظہر، سید شہنظل علی اظہر، سید عفان علی جاوید، علینا اختر، محمد بلال صدیقی، شفیقہ عمر فاروق، سیف الرحمن، محمد سلمان، حفصہ طارق، یسری حبیب، عاشرا احمد وسیم جوکہ، محمد عبید اللہ خان، آصف علی، فضل

سلیمان خان، محمد عباس زاہد، نور حیات، محمد شاہد خان، عدنان اسلم، محمد حسن علی، محمد معین الدین غوری، احتشام شاہ فیصل، عمر فاروق، محمد ایاز حیات، محمد زبیر احمد، عبدالنواب خان، بہادر سہیل خان، محمد اختر حیات، عبید سردار، مدثر امجد، یمنی بنت صدیق بکر، مہوش حسین، بشری عبدالواسع، زہرہ شفیق، صالحہ کریم، عادل امیر، رشنا جمالدین ☆ گوجرانوالہ: مریم ملک ذوالفقار علی، طیبہ ملک ذوالفقار علی ☆ ڈیرہ غازی خان: رفیق احمد ناز، عفت سراج ☆ اسلام آباد: عمیمہ صہیب، سہج فاطمہ، محمد ابراہیم، قطبیر زہرہ، ڈاکٹر اقصیٰ امجد، حمزہ امجد کبکوبہ، ولید امجد کبکوبہ ☆ پٹیالہ دوست محمد: عروج رانا، امن رانا، بشری رانا ☆ سکھر: محمد حبیب عباسی، مہرین فاطمہ، زین علی ☆ حیدر آباد: اقرا عبدالوحید شیخ، ماہ رخ، سید محمد حسین شاہ، انوشہ سلیم الدین، عائشہ ایمن عبداللہ، ماریہ رشید احمد خان، عبدالوہاب شیخ، محمد عاشر خان ☆ راولپنڈی: نیر سلطانہ، ملک محمد احسن، زہرا بٹ، مقدس جہاں ☆ میرپور خاص: عبدالہادی جاوید اقبال، جہاں زیب علی آرائیں، محمد حسان رضا سومرو ☆ ٹنڈو الہیار: مدثر آصف کھتری، مشعل فاطمہ قائم خانی ☆ لاہور: راین سجاد، حفصہ سجاد، مہ نور سہیل، قاسم امتیاز ☆ سرگودھا: غلام بتول زاہد، بسمہ نور ☆ ساہیوال: ردا وقار، اریبہ ظفر ☆ میانوالی: محمد حمزہ لغاری ☆ پشاور: محمد حیان ☆ ۱۸ ہزاری: عاتق فرید، رفعت امین گھلو ☆ چشتیاں: محمد احمد افتخار ☆ واہ کینٹ: منال آصف ☆ کوٹلی: زرفشاں بابر ☆ کاموٹکے: ظل حنا ☆ حویلیاں: عبیرہ طاہر ☆ ملتان: حفصہ جاوید ☆ جھنگ صدر: علی حیدر ☆ کوئٹہ: سید عمر عثمان ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: سعدیہ کوثر مغل ☆ چکوال: کائنات ارشد ☆ ٹامیوالی: محمد اُسامہ اکرم ☆ رحیم یار خان: شبیر احمد ☆ دینہ: محمد عبداللہ حسن ☆ کالا گجراں: سیماں کوثر ☆ ڈھوک: محمد عبداللہ ☆ سیالکوٹ: فاطمہ حسن ☆ گلور کوٹ: عدیم احمد ☆ شرقپور شریف: حافظ حیدر علی غلام دستگیر ☆ ڈیرہ اللہ یار: کبیر فاروق کھوسہ ☆

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری

ہمدرد فری موبائل ڈسپنسری ہمدرد فاؤنڈیشن کے فلاحی کاموں کا ایک حصہ ہے۔ ہر مہینے پورے پاکستان میں ہزاروں مریضوں کا فری چیک اپ کر کے فری دوائیاں دی جاتی ہیں۔ یہ فری موبائل ڈسپنریاں کراچی، لاہور، ملتان، بہاول پور، فیصل آباد، سرگودھا، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، سکھر، حیدر آباد اور آزاد کشمیر میں مستحق مریضوں کا علاج کرتی ہیں۔

کراچی کے لیے چھ گاڑیاں درج ذیل علاقوں میں خدمت پر مامور ہیں:

غازی آباد، گلشن بہار، اورنگی نمبر 13، قائم خانی کالونی، بلدیہ ٹاؤن، نیوکراچی سیکٹر 11-D، سیکٹر 11-F، نئی آبادی، یوسف گوٹھ، لیاری ایکسپریس وے، خدا کی بستی، کورنگی نمبر 2، کورنگی سوکوارٹرز، کورنگی نمبر 4، ونگی گوٹھ، محمود آباد، عمر گوٹھ، ایوب گوٹھ، مدرسہ انوار الایمان، سلطان آباد، مدرسہ منبع العلوم، وھیل کالونی، اکبر گراؤنڈ، مہاجر کیمپ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 3، شفیع محلہ (لال مسجد)، نور شاہ محلہ، مواچہ گوٹھ، بلدیہ ٹاؤن نمبر 7، مشرف کالونی بلاک سی، ایف، ای اور اے روڈ، لیاقت آباد پیلی کوشی، کوثر نیازی کالونی، مجید کالونی اور ملیر۔

اشاعت سے معذرت

درج ذیل نوٹہالوں کو ابھی اور لکھنے کی مشق کرنی چاہیے۔ بعض نوٹہالوں نے اپنا پورا پتا نہیں لکھا، بعض نے تو نام تک نہیں لکھا۔ ای۔ میل سے بھیجی گئی تحریروں کے ساتھ بھی ڈاک کا پتا ضروری ہے۔ بعض نوٹہالوں نے بہت باریک اور سطر چھوڑے بغیر کاغذ کے دونوں طرف لکھ دیا ہے۔ بعض نے فونو کا پی بھیجی ہے جو پڑھی نہ جاسکی۔ کئی نوٹہالوں نے کسی دوسرے کی تحریر نقل کر کے اپنے نام سے بھیج دی ہے۔ یہ بُری بات ہے، چوری ہے۔ تحریر بھیجنے سے پہلے ”آپ کی تحریر کیوں نہیں چھتی“ ضرور پڑھیں جو ہر شارے میں لگائی جاتی ہے۔

کہانیاں، مضامین: کھانے کے آداب، حکایت روی: محمد اصغر بھٹہ شیخ سعدی کے اقوال: منہتی مفیض: تین باتیں: شاکر اللہ: مقبوضہ کشمیر: جمیر احمد: لالچ بُری بلا ہے: محمد ارسلان رضا: دانا فقیر اور بادشاہ: زمر سلطانہ: پانچ دل چسپ شاعر، چار چیزیں: ایم اسلم فضل: الیکشن ان: مائرہ اسلم: زندگی یہ ہے، آئینہ قرآن: عروج رانا: معاشرے کی بُرائیاں: طہور اعدنان: امریکا سے ایک خط: محمد احمد: آزمائش: محمد شعیب خان: شریف چور، خطبہ حجۃ الوداع: دانیال حسن: پھولوں کی ملکہ: تعبیر سبزواری: بد صورت جاوگرانی: سائرہ عبدالغفار: لڑائی لڑائی معاف کرو.....: عائشہ نور محمد عامر: ایمان داری سے ترقی: محمد مزمل حسین: یمن: صدائے کشمیر، بیٹیاں: رافضہ اقبال: سچی توبہ: عفت سراج: سبق ڈاکوؤں سے: حبیب عباسی: بہترین ثالث: سیدہ فاطمہ تحریک: لالچ بُری بلا ہے: محمد عفان بن سلمان: امتحان کا نتیجہ: ناز علی: شہید پاکستان: مرثا بین: والدین کی نافرمانی: منجھ خان: غم اور خوشی: حبیب اقبال: بے وقوف دوست: محمد حمزہ: قائم اور اس کے تین دوست: محمد رضی: ادولے کا بدلہ: منظور احمد صدیقی: چچا حیرت انگیز کا خواب: منزل برہان: یہ نہ ہے، نہ مادہ: عبید صدیقی: دل نگر کے لوگ: محمد زویب: سچائی کا تختہ: سید طہرید: گرفتاری: میری احمد: عزم کا صلہ: فردوس حبیب اللہ خان: کہانیوں کی ہزناں: عفان احمد خان: پاکستانی معلومات: حافظ سعید الرحمن: انصاری: میرا پیارا موکو، دعا: فرخ عیسٰی: بچہ اغوا ہو گیا، برکاتی انکل کے نام: سلمان یوسف: سچے چھوڑ دیں: اسامہ شہیر احمد: قریشی: پڑوسی: راجیلہ: بہت مہربانی شاہ: میاں بھلکو: عزنہ: رادو: بلال کا عزم، اچھی بچی، ہمارا پرچم، دشمنی کا سبب: عافیہ نقی: عقل مند فرخوش: علی احمد دین پوری: چار نبوی: سعید رضا: تین خطوط: منظور خان: شکر کی نعمت: مریم حفیظ۔

نظمیں: جملی نغمہ، جانسج، موسم: نام نامی: معلوم: بارغ کی سیر: اصح احمد: محسن وطن، معصوم تارو! میرے وطن کے جوان، اے مسلمان! ایک ہو جاؤ: سدرہ سلیم: تعبت رسول: حسن رضا: سردار دھنی: بھول چلی: جمیر احمد: جھوٹ نہ بولو: قاضی ایوب خان: میری شناخت، مسلمان: نشاء حسن: اے وادی کشمیر: محمد طاہر ضیا: ہم بھلا نہ سکے: گلزار عزیزین۔

نوٹہال مصور: میر ملک، ماہور جاوید، شاہیر حسن، عائشہ نقی۔

نام پتا معلوم: شکر کی اقسام، میں پاکستان، موت، ایمان داری نے بچائی محبت، فلاحی فو، ابھی نہیں تو کبھی نہیں۔

Hamdard



INSPIRED BY NATURE

نونہال
نباتی گرائپ واٹر

ماؤں کا آزمودہ بچوں کا پسندیدہ

Hamdardpkofficial

نونہال لغت

جسم	مُ ج ش س م	جسم دار۔ وہ چیز جس میں طول و عرض اور عمق ہو۔ سراپا۔
کاسہ	کَ ا سَہ	کٹورا۔ پیالا۔
وسعت	و س ع ت	مہجاش۔ چوڑائی۔ کشادگی۔ پھیلاؤ۔
مداد	م د ا د ا	علاج۔ دوا۔ تدبیر۔
منہا	م ن ت ہا	انتہا گیا گیا۔ انتہا کو پہنچا ہوا۔ پورا۔ کامل۔ انجام۔ حاصل الحصول۔
رجحان	ر ج ح ا ن	توجہ۔ جھکاؤ۔ میلان۔
مستفید	م س ن ت ف ی د	فائدہ اٹھانے والا۔ فائدہ چاہنے والا۔
فرسودہ	ف ر س و د ہ	گھسا ہوا۔ گیا گزرا۔ پرانا۔ کہنہ۔
مسودہ	م س و و د ہ	قلمی تحریر۔ غیر مطبوعہ تحریر۔
صباح	ص ب ا ح ت	خوب صورتی۔ حسن۔ جلد کا سفید رنگ ہونا۔ گوراپن۔
گھات	گ ه ا ت	تاک۔ داؤں۔ موقع۔ فریب۔ دھوکا۔ شکار یا دشمن کے انتظار میں چھپ کر بیٹھنا۔
رفت	ر ف ع ت	بلندی۔ اونچائی۔ عروج۔ شان۔ عظمت۔ مرتبہ۔
سراسیمگی	س ر ا س ی م گ ی	پریشانی۔ حیرانی۔ بے قراری۔
دیدنی	د ی ن ی د ن ی	قابل دید۔ قابل نظر۔ تماشہ۔
گدا	گ د ا	بھکاری۔ فقیر۔ غریب۔ مفلس۔
مشتبہ	م ش ت ب ہ	جس پر شبہ ہو۔ مشکوک۔ جس چیز میں شک ہو۔
رسائی	ر س ا ی	پہنچ۔ رسوخ۔ واقفیت۔ میل ملاپ۔ بازیابی۔

ماہ نامہ ہمدرد نونہال ۱۲۰ اکتوبر ۲۰۱۸ عیسوی